ماهنامہ
صراطِ مستقیم
برمنگھم
July 2025
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عمر
الفاروق
تاریخ اہلِ حدیث

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

Vol: 45 No. 09 July 2025

Muharram1447 AH

جلد:45 شمارہ:09 جولائی2025ء

محرم الحرام:1447ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRATE-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk

دنیا میں ہر روز مختلف قسم کے حادثات پیش آتے رہتے ہیں، ان حادثات سے لوگ عموماً سرسری طور پر گزر جاتے ہیں اور کبھی بعض کے متعلق کچھ معلومات خبر کی حیثیت سے حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں، حالانکہ ان میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں، اگر کوئی تھوڑا بھی غور کرے تو سبق آموز اور عبرت کی بہت سی باتیں ہوتی ہیں اور مؤمنانہ اسلوب یہ ہے کہ اردگرد کے حالات پر غور کرے ، اس وسیع کائنات میں پھیلی بہت سی نشانیاں معرفت الٰہی کا ذریعہ ہی ہیں :﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ﴾(سورۃ الحجر:75)

"گہری نظر سے جائزہ لینے اور غور و فکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔" اور ان نشانیوں کو دیکھ کر ایک مؤمن کی زبان سے نکلتا ہے:

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾(سورۃ آل عمران:191)

"بار الہا تو نے یہ چیزیں بے سبب نہیں بنائی، تیری ذات بہت بلند اور پاکیزہ ہے ، ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ فرما۔"

چند روز قبل اسی ماہ ایئر انڈیا کا ایک جہاز 171 بوئنگ احمد آباد سے اپنی اڑان بھرنے کے چند سکینڈ کے اندر تباہ ہو گیا، جہاز میں سوار مسافر اور عملہ کے جملہ 242 افراد ایک منٹ کے اندر اندر ایسے لقمہ اجل بن گئے کہ جھلسی ہوئی نعشوں کی شناخت بھی ممکن نہیں رہی، ان میں صرف ایک مسافر اس المناک حادثہ میں معجزاتی طور پر زندہ بچ سکا، جہاز میں سوار مرنے والوں کے علاوہ کچھ لوگ گھروں میں بیٹھے معمولات زندگی میں مصروف تھے، ان میں سے تقریباً 30 افراد اس ناگہانی آفت کا شکار ہو گئے ، ان مرنے والوں میں عملہ کے وہ افراد بھی شامل تھے جو جہاز کے حرکت کرتے ہی مسافروں کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ ہدایات دیتے ہیں کہ اگر ہنگامی صورتحال پیدا ہو جائے تو بچاؤ کی کیا تدبیریں اختیار کرنی چاہیے، ایمرجنسی حالات میں نقصانات سے کیسے بچا جا سکتا ہے اور تو اور ان میں سے بھی کوئی محفوظ نہیں رہ سکا، مسافروں کو بچاؤ کے طریقے بتانے والے تربیت یافتہ لوگ خود اپنی جان بھی نہ بچا سکے۔ ان مرنے والے میں ہر شخص کی اپنی ایک کہانی ہے۔

اس حادثہ کے اسباب کا پتہ لگانے کے لیے ماہرین کی مختلف ٹیمیں کام کر رہی ہیں، جو مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے کر اپنی اپنی رپوٹیں متعلقین کو پیش کریں گی، گو کہ درست اسباب کی منصفانہ نشاندہی مشکل ہے کیونکہ اس کے ساتھ کئی ممالک اور کمپنیوں کے اپنے اپنے مفادات وابستہ ہیں، تاہم یہ تحقیق و تفتیش کا مادی اسلوب ہے، اس کا ایک مؤمنانہ اسلوب بھی ہے، غور کرنے والوں کے لیے، اس میں عبرت اور سبق کے متعدد پہلو ہیں:﴿ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ﴾ (سورۃ النور:44)

" دیدہ بینا رکھنے والوں کے لیے اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔"

قرآن مجید میں بہت سی قوموں کا ذکر کیا گیا کہ انہیں اپنی قوت اور ترقی پر بڑا ناز تھا، اسی نشہ میں انہوں نے طاقتوروں کو پیدا کرنے والے مالک حقیقی کو فراموش کیا، اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کا انکار کیا اور اس کی تعلیمات سے روگردانی کی اور پھر ان مغرور قوموں کا انجام تباہی کی شکل میں سامنے آیا۔

﴿فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ﴾(سورۃ العنکبوت: 40)

مختلف سرکش قوموں کا ذکر کر کے کہا کہ ہر ایک کو اس کے جرم کی پاداش میں گرفت میں لے لیا گیا۔

جہاز کا واقعہ یاد دلاتا ہے کہ زندگی کتنی عارضی ہے ، موت کا وقت اور جگہ کا تعین رب العالمین کی جانب سے طئے کیا جا چکا ہے۔ وقت مقررہ سے سرمو تجاوز ممکن نہیں، چاہے کوئی ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہو یا اپنے گھر میں آرام کر رہا ہو، یا اپنے مستقبل کے سہانے خواب سجائے میڈیکل کالج کے ہاسٹل میں ظہرانہ سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔ جن کی موت کا وقت نہیں آیا تھا فرشتوں نے انہیں جہاز میں سوار ہونے سے دور کر دیا ، حالانکہ اسی جہاز میں انہوں نے اپنی سیٹ بک کروائی ہوئی تھی، بروقت ایئر پورٹ پہنچنے کا اہتمام کر رکھا تھا کیونکہ انٹرنیشنل جہاز کے مسافروں کو پیشگی طور پر یہ ہدایات دی جاتی ہیں، لیکن ایئر پورٹ تک کا راستہ ان کے لیے معمول سے زیادہ طویل ہو گیا کہ پہنچتے پہنچتے اتنی دیر ہو گئی کہ انہیں جہاز میں سوار ہونے کا موقع نہیں دیا گیا، اور کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کی سیٹ بک نہیں تھی، وہ جستجو کر رہے تھے کہ کسی طرح سیٹ مل جائے ، تاخیر سے پہنچنے والوں کی سیٹیں ان منتظرین کو دے دی گئیں ۔ گویا جن کی سیٹیں پہلے سے بک تھیں ان کی موت کا وقت نہیں آیا تھا انہیں پیچھے کر کے ان لوگوں کو آگے بڑھا دیا گیا جن کی موت کا وقت آپہنچا تھا، ریزرویشن کے باوجود جنہیں سوار ہونے کا موقع نہیں ملا، ان کے چہرے

لٹک گئے وہ کبھی اپنی قسمت کو کوستے عملہ سے الجھ پڑتے اور جنہیں سوار ہونے کا موقع ملا وہ اپنی قسمت پر نازاں اور پر سکون تھے کہ ہمیں جگہ مل گئی۔
لیکن حقیقت یہ ہے کہ ﴿ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾(سورة یاسین: 38)
"یہ ہے فیصلہ اللہ کا جو زبردست اور جاننے والا ہے۔"
اور جب اس حادثہ کی اطلاع ملی تو لوگ حواس باختہ ہو گئے کہ کائنات کا کوئی پروردگار ہے جس کے قبضہ قدرت میں حقیقی کنٹرول ہے، کوئی تو ہے جو اس کارخانہ زندگی کا نظام چلا رہا ہے، اس حادثہ میں کچھ ایسے لوگ بھی مرے جو اس جہاز میں سوار ہی نہیں تھے، وہ اپنے گھروں میں روزمرہ کے معمولات میں مصروف تھے کہ ان پر جہاز آگرا، اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ شعلوں کی زد میں آگئے، اس سے معلوم ہوا کہ موت کا تعلق وقت مقررہ کے ساتھ ہے، جب بھی مقررہ وقت آجائے، وہیں انسان کو دبوچ لیا جاتا ہے:
﴿فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾(سورة النحل:61)
"جب کبھی ان کی اجل آجائے پھر لمحہ برابر آگے پیچھے ہونے کی مہلت نہیں دی جاتی۔" اور اس اجل کو پردۂ غیب میں رکھا گیا ہے، سوائے اللہ وحدہ لاشریک کے کوئی اس سے باخبر نہیں، اگر مقررہ وقت ہو چکا ہو تو گھر میں بیٹھا ہوا شخص بھی موت کے منہ میں چلا جائے گا، اور اگر نہیں ہوا تو پر خطر حالات میں بھی انسان محفوظ رہے گا۔
﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (سورة الدہر:30)
"اللہ کا چاہا ہی پورا ہو کر رہے گا، بیشک اللہ تعالیٰ علم اور حکمت والا ہے۔"
یہیں سے تقدیر پر ایمان کی بات واضح ہوتی ہے جو کہ عقیدہ اسلامی کا ایک اہم رکن ہے اور ہر قضاء و قدر پر ایمان انسان کو ایسی توانائی اور اعتماد فراہم کرتا ہے کہ محیر العقول کارنامے اس سے سرزد ہوتے ہیں اور حیرت انگیز نتائج برآمد ہوتے ہیں۔
رسول اکرم ﷺ کے اپنے چچا زاد بھائی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کی گئی نصیحت نہایت اہمیت رکھتی ہے: «وَاعْلَمْ أَنّ الْأُمّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفّتِ الصُّحُفُ»
(جامع ترمذی: 2516)
"یقین رکھو کہ امت کے تمام افراد جمع ہو کر اگر تمہیں کوئی ایسا فائدہ پہنچانا چاہیں جو اللہ نے نہیں مقدر کیا ہے، تمہارے لیے تو وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر سب مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں جو اللہ نے مقدر نہیں کیا تو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔"
ہمارے لیے ایک طرف تقدیر پر ایمان کی اہمیت بتائی گئی تو دوسری طرف انسان کو ترغیب دی گئی کہ اپنے مقاصد اور اہداف حاصل کرنے کے لیے ضروری وسائل اور درست اسباب بروئے کار لائے۔ یہاں نہ سستی اور کاہلی کی گنجائش ہے کہ محنت اور کوشش کے بغیر انسان تقدیر کا سہارہ لے اور نہ ہی اپنے زور بازو پر کلی تکیہ کرے۔
اس دردناک حادثہ میں ایک سبق ہے سب کے لیے کہ اپنے اعمال کو درست رکھے، نہیں معلوم کہ کب زندگی کا چراغ گل ہو جائے، کیونکہ آخرت میں کامیابی کا انحصار انسان کے آخری عمل پر ہے کہ کس پر اس کا خاتمہ ہوا اسی کے مطابق میدان محشر میں کامیابی یا ناکامی کا پروانہ اس کے ہاتھ میں تھمایا جائے گا۔ فرمان نبوی ﷺ ہے۔:
«إنما الأعمال بالخواتيم» (صحیح بخاری: 6607)
"اعمال کا دارومدار اختتامی عمل پر ہے کہ وہ کس طرح کا تھا۔" لہٰذا گناہوں سے اجتناب ضروری ہے اور اگر بشری تقاضے سے لغزشیں ہو گئیں تو رجوع الی اللہ اور توبہ میں جلدی کرے، نہیں معلوم کہ کب اور کہاں پروانہ اجل آجائے: ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾ "کوئی نہیں جانتا کہ کل کا دن کیا ہونے والا ہے اور کوئی کہاں اور کس حال میں مرنے والا ہے۔" (سورۃ لقمان:34)
ویسے ایک مؤمن صبح اور شام بستر پر جاتے اور بیدار ہوتے ہوئے جب دعاء مسنون پڑھتا ہے تو اسی موت کو یاد کر کے پہلے تجدید ایمان کرتا ہے:
اللّهُمّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا اور الْحَمْدُ لِلّهِ الّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ
اس واقعہ کا ایک پہلو وصیت کے متعلق ہے کہ اگر کوئی کسی مسئلہ میں وصیت کرنا چاہتا ہو تو دو راتوں کا بھی انتظار نہ کرے مگر یہ کہ اس کی وصیت تحریری صورت میں ہونی چاہئے:
«مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصَى فِيهِ أَنْ يَبِيتَ لَيْلَتَيْنِ إِلّا وَوَصِيّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ»(سنن نسائی:3465)
کیونکہ نہیں معلوم کہ وصیت کا وقت مل سکے یا نہیں، بلکہ موت کے علاوہ بھی کچھ ایسی بیماریاں ہیں جن میں آدمی کی دماغی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، وہ زبان تو زبان اشاروں سے بھی مدعا نہیں بیان کر سکتا۔
احمد آباد کے ہوائی اڈہ سے متصل جہاز کا حادثہ ایک خبر ہی نہیں بلکہ سبق اور عبرت کا بڑا ذریعہ ہے۔
﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾(سورۃ ق:37)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، اور درود و سلام ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر، ان کے آل، اصحاب اور ان کے نیک پیروکاروں پر۔

اما بعد! اے حجاج کرام! میں آپ سب کو اور آپ سب کو اللہ سے ڈرنے (تقویٰ اختیار کرنے) کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! اس کے احکام پر عمل کر کے اور اس کی ممانعت کردہ چیزوں سے بچ کر اس سے ڈرو۔ بے شک اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے، اس نے انہی کا انجام بہتر بنایا ہے۔

اے اللہ کے بندو! تقویٰ دنیا اور آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہے۔

﴿لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾

”جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لیے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور اللہ کی طرف سے رضامندی۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔“ (آل عمران:15)

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾

”اگر بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے، تو ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔“ (الأعراف:96)

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے گھر کے حجاج کو مخاطب کرتے ہوئے تقویٰ کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (البقرۃ:197)

”اور زادِ راہ لے لو، پس بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے، اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرو۔“

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو آپس میں تقویٰ پر تعاون کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (المائدۃ: 2)

”اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“

اے بیت اللہ کے حجاج کرام! تقویٰ کا مطلب ہے اللہ سے اجر کی امید اور اس کے عذاب کا خوف رکھتے ہوئے دین پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے۔ یہی وہ دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آج ہی کے دن مکمل فرمایا، جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدۃ:3)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند فرمایا۔“

اے مسلمانو! دینِ اسلام کے تین بڑی درجے (مراتب) ہیں: پہلا درجہ احسان کا درجہ جو کہ سب سے اعلیٰ مقام ہے، جس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی:

«الإحسان أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك» ”احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے، تو یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ (صحیح بخاری: 50؛ صحیح مسلم:9)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

”جنہوں نے نیکی کی، ان کے لیے دنیا میں بھی بھلائی ہے، اور آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے، اور وہ بہترین ٹھکانا ہے متقیوں کے لیے۔“ (یونس: 26)

دوسرا درجہ ایمان کا درجہ، جو کہ زبان سے اقرار، دل سے تصدیق، اور اعضاء کے عمل کا نام ہے۔ یہ طاعت سے بڑھتا ہے، اور گناہوں سے کم ہوتا ہے۔ ایمان کی شاخیں ستر سے کچھ زیادہ ہیں، سب سے اعلیٰ شاخ "لا إله إلا الله" کہنا ہے، اور سب سے ادنیٰ شاخ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

اللہ تم پر رحم فرمائے! والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، رشتہ داروں سے تعلق جوڑنا، سچ بولنا، خوش کلامی اختیار کرنا، وعدوں اور معاہدوں کی پاسداری کرنا، اور عمدہ اخلاق اپنانا۔ یہ سب اعمال دین اور ایمان کی پختگی کی علامت ہیں۔

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ (النساء: 36)

"اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، والدین کے ساتھ احسان کرو، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریبی اور دور کے ہمسایوں، راہ کے ساتھیوں اور اپنے ماتحتوں سے نیکی کا سلوک کرو۔ بے شک اللہ تکبر کرنے والے فخر جتانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾

"اے ایمان والو! وعدوں کو پورا کرو۔" (المائدۃ: 1)

﴿وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾ (الإسراء: 53)

"میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ ایسی بات کہا کریں جو سب سے بہتر ہو۔ بے شک شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا ہے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔"

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ 0 وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا ۖ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ (فصلت: 34-35)

"نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی۔ برائی کو اس طریقے سے دفع کرو جو بہترین ہو، تب تم دیکھو گے کہ جس کے درمیان اور تمہارے درمیان دشمنی تھی، وہ گویا گہرا دوست بن جائے گا۔ اور یہ بات صرف انہی کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں، اور اسے وہی حاصل کرتے ہیں جو بڑے نصیب والے ہیں۔"

ایمان کے تقاضوں میں سے یہ بھی شامل ہے کہ نعمت ملنے پر شکر کیا جائے، مصیبت آنے پر صبر کیا جائے، گناہ ہونے کے بعد سچی توبہ اور ندامت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (الزمر: 10)

"بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔"

اور فرمایا: ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراهيم: 7)

"تمہارے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا۔"

اسی طرح فرمایا:

﴿وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ﴾ (هود: 3)

"اپنے رب سے معافی مانگو، پھر اس کی طرف توبہ کرو، وہ تمہیں ایک مقررہ مدت تک اچھا سامانِ زندگی دے گا، اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا۔"

اے حجاجِ کرام! ایمان کے چھ ارکان ہیں: اللہ پر ایمان، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور تقدیر پر ایمان، خواہ وہ اچھی ہو یا بری۔

﴿لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾ (البقرة: 177)

"نیکی صرف یہ نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ، آخرت، فرشتوں، کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ (القمر: 49)

"ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے۔"

ایمان کے ذریعے ہی دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (سورۃ التوبہ: 72)

"اللہ تعالیٰ نے مؤمن مردوں اور عورتوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو ایسی جنتیں عطا فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور ان کے لیے جنتِ عدن میں پاکیزہ رہائشیں ہوں گی، اور اللہ کی رضا ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ یہی عظیم کامیابی ہے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہ کیا، انہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔" (سورۃ الأنعام: 82)

اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ کو اپنا رب، خالق اور مدبر مانے، اس کے صفاتِ کمال اور اسماء الحسنیٰ کو بھی پہچانے۔

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ

بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ 0 ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ0 وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (الأعراف:54-56)

”اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ وہ رات کو دن پر لپیٹ دیتا ہے، دن کو پیچھے پیچھے لاتا ہے، سورج، چاند اور ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں۔ خبردار! اسی کے لیے ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ بڑا بابرکت ہے اللہ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اپنے رب کو عاجزی اور نرمی سے پکارو، وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ جبکہ وہ سنور چکی ہو، اور اللہ کو خوف اور امید کے ساتھ پکارو، بلاشبہ اللہ کی رحمت نیکوکاروں سے قریب ہے۔“

فرشتوں پر بھی ایمان رکھنا لازم ہے۔

﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (التحریم:6) ”وہ اللہ کے نافرمان نہیں ہوتے، جو حکم دیا جائے وہی کرتے ہیں۔“

﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ0 لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ﴾ (الأنبياء:26-27)

”وہ معزز بندے ہیں، اللہ سے پہلے کلام نہیں کرتے، اور اسی کے حکم سے عمل کرتے ہیں۔“

﴿يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَن فِي الْأَرْضِ﴾ (الشوریٰ:5)

”وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔“

اللہ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ جن میں تورات، انجیل، زبور اور دیگر صحائف شامل ہیں۔ قرآن مجید تمام کتابوں کا خلاصہ ہے، ان کی تصدیق کرنے والا اور ان پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ 0 نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ0 مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ (آل عمران: 2-4)

”الف لام میم، اللہ، وہ زندہ جاوید ہستی، جو نظام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، حقیقت میں اُس کے سوا کوئی الہ نہیں ہے، اُس نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے، جو حق لے کر آئی ہے اور اُن کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے، اور اس نے فرقان کو بھی اتارا۔“

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ (المائدۃ:48)

”پھر اے محمدؐ! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اُس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔“

اللہ کے رسولوں پر ایمان بھی فرض ہے۔

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ﴾ (البقرۃ:285)

”رسول بھی ایمان لائے ان سب پر جو ان پر نازل ہوا، اور مؤمنین بھی۔ ہم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، ہم رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ۖ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الروم: 47)

”ہم نے آپ سے پہلے بھی رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا، انہوں نے ان کے پاس واضح نشانیاں لائیں، پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا۔ اور مؤمنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمے حق ہے۔“

اسی طرح قیامت پر یقین رکھنا بھی ضروری ہے، حساب کے دن اور جزا و سزا کے دن پر۔ جس میں اللہ کے اولیاء کے لیے جنت ہوگی اور اللہ کے دشمنوں کے لیے جہنم ہوگی۔

﴿وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (الأعراف:169)

”آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔“

اس بات پر ایمان رکھنا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تقدیر کے مطابق پیدا کیا ہے، جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونا ہے، سب لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ کی مرضی سے اور اس کی تخلیق کے مطابق ہو رہا ہے اور وہی انہیں وجود بخشتا ہے۔

﴿إِنَّ أَمْرَ اللَّهِ كَانَ فَعْلًا مَّقْدُورًا﴾ (الأحزاب:38)

”اللہ کا حکم ایک قطعی طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے۔“

﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا﴾

”اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔“ (الأحزاب:38)

اے مسلمانو! اللہ کے مہمان حاجیو! رہی بات اسلام کی تو ہمارے نبی محمد ﷺ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی: ”الإسلام أن تشهد أن لا إله إلا الله، وأن محمدًا رسول الله، وتُقيم الصلاة، وتؤتي الزكاة، وتصوم رمضان، وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلًا.“ (رواه

مسلم:8)

"اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔"

تو "لا إله إلا الله" کہنے کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ ہی کا حق ہے۔ کسی اور کو عبادت کا کوئی سر انجام دینا، چاہے وہ فرشتہ، نبی، نیک آدمی ہو یا ولی ہی کیوں نہ ہو، سراسر شرک ہے۔

قرآن کہتا ہے:

﴿قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِينِي﴾

"کہہ دو! میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، دین کو اسی کے لیے خالص رکھتے ہوئے۔" (الزمر:14)

اسی طرح فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرۃ:21)

"اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، تاکہ تم پرہیزگار بنو۔"

پھر خبردار فرمایا: ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ﴾ (الشعراء:213)

"اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو، ورنہ تم عذاب پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔"

اور اہلِ کتاب کے بارے فرمایا گیا:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران:64)

"کہہ دیجیے کہ اے اہلِ کتاب! آؤ! ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے: کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے، اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔"

اے مسلمانو! توحید کو قائم رکھنا اور عبادت کو خالص کرنا عزتِ نفس اور روحانی بلندی کا ذریعہ ہے، کیونکہ بندگی صرف اللہ کے لیے ہے:

﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (یونس: 107)

"اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تم پر کوئی بھلائی نازل کرے تو کوئی اس کے فضل کو روک نہیں سکتا۔ وہ جسے چاہے نوازتا ہے، اور وہ غفور و رحیم ہے۔"

اسی طرح محمد رسول اللہ کہنے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے۔ آپ ﷺ کی دی ہوئی خبر پر یقین کیا جائے۔ آپ ﷺ کے طریقے پر چلا جائے۔

یعنی اللہ کی عبادت صرف اسی طریقے سے کی جائے جو نبی ﷺ لے کر آئے ہیں۔ فرمایا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (التوبۃ:128)

"بے شک تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے، تمہاری مشقت اس پر بھاری ہے، وہ تمہاری بھلائی کا خواہاں ہے، اور مومنوں پر نہایت شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔"

اسی طرح فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (الأعراف:157)

"جو اِس پیغمبر، نبی امی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر اُنہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو اُن پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اُس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

اسی طرح فرمایا: ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: 59)

"اگر کسی بات میں تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم واقعی اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی سب سے بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھا طریقہ ہے۔"

رسالتِ محمدیہ ﷺ کو تسلیم کرنے اور آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کرنے میں امت کے اختلافات کا علاج ہے، یہی دین کا ایک واضح سرچشمہ ہے، بدعات سے نجات کا ذریعہ ہے، دلوں کو جوڑنے کا راستہ ہے، امت میں اتحاد پیدا کرنے کا طریقہ ہے۔

پیارے بھائیو! اسلام کا دوسرا رکن: نماز کا قیام ہے،

نماز بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق کا ذریعہ ہے، بندے کی نجات کا راستہ ہے، بندے کے اندر اللہ کی نگرانی کا شعور پیدا کرتی ہے۔

نماز باطنی و ظاہری پاکیزگی عطا کرتی ہے، جسم و روح کی طہارت کا ذریعہ ہے۔

جماعت کی نماز معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے، باہمی محبت اور بھائی چارہ پیدا کرتی ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے کہ ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾ (البقرۃ:238)

"نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی حفاظت کرو، اور اللہ کے حضور عاجزی سے کھڑے ہو۔"

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ 0 الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (المؤمنون:1-2)

"یقیناً کامیاب ہو گئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔"

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ﴾ (ھود: 114)

"دن اور دیکھو، نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں"

اسلام کا تیسرا رکن: زکوۃ کی ادائیگی ہے۔ زکوٰۃ مال کا ایک مقررہ حصہ ہے جو خاص مقاصد کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔ اس سے معاشرے کو فائدہ پہنچتا ہے۔ دلوں سے بخل، حرص اور خود غرضی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ انسان کو ایثار اور سخاوت کا خوگر بناتی ہے۔ محتاجوں کی ضروریات پوری کرتی ہے۔ معاشرتی ہم آہنگی بڑھاتی ہے۔ محبت اور بھائی چارہ پروان چڑھاتی ہے۔ سماجی ربط کا عملی مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

"نماز قائم کرو، زکوۃ دو، اور جو بھلائی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، اللہ کے پاس اس کو پاؤ گے، بے شک اللہ تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے۔" (البقرۃ: 110)

اسی طرح فرمایا:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (التوبۃ: 103)

"اے نبی! ان کے مال میں سے صدقہ لو تاکہ تم انہیں پاک کرو، اور ان کا تزکیہ کرو، اور ان کے لیے دعا کرو۔"

حجاجِ کرام! چوتھا رکنِ اسلام رمضان کے روزے ہیں۔ یہ صبر، خواہشاتِ نفس کی مزاحمت، ناداروں کی بھوک و پیاس کا احساس، برے عادات سے نجات، اور عاجزی و انکساری کی تربیت کا مہینہ ہے۔ یہ بدن کی تندستی کا ذریعہ ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ0 أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ﴾ (البقرۃ:183–184)

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔" یہ چند گنے چنے دن ہیں۔"

پانچواں رکن بیت اللہ کا حج ہے، فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (آلِ عمران:97)

"اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے، جو بھی اس تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔"

حجاجِ بیت اللہ! اللہ نے تمہیں اپنے گھر کی حاضری اور مناسکِ حج کی ادائیگی کی توفیق دی ہے۔ حج، آخرت کی یاد دہانی، رب کی عظمت کے دلوں میں نقش ہونے، اس کے احکام کو قبول کرنے، رضا و تسلیم، اور جماعتی نظم و ضبط کی عملی تربیت ہے۔ اس میں مہمان نوازی، وقت کی پابندی، اور نفع بخش مصروفیات کا درس موجود ہے:

﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ (البقرۃ:196)

"اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے مکمل کرو۔"

"حج کے مقرر دنوں میں جو شخص فرض کر لے، تو اس میں نہ بے حیائی کی بات ہے، نہ گناہ، نہ جھگڑا۔ اور جو بھی تم نیکی کرو، اللہ اسے جانتا ہے۔" (البقرہ:196-197)

اے معزز حجاج! اللہ تعالیٰ آپ کا حج قبول فرمائے، اسے حجِ مبرور، آپ کی سعی کو مشکور، اور آپ کے گناہوں کو مغفور فرمائے۔

حجاجِ کرام! سعودی عرب کی قیادت، جو سرزمین حرمین ہے، مسجد الحرام اور دیگر مقدس مقامات کی تعمیری خدمت، حجاجِ کرام کی میزبانی، سکیورٹی، سہولیات اور خدمت کے تمام پہلوؤں میں جو غیر معمولی توجہ دیتی ہے۔ یہ سب اللہ کے فضل سے ممکن ہوا ہے، جس کے نتیجے میں آج مناسکِ حج باحفاظت، سکون و اطمینان سے ادا کیے جا رہے ہیں۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم حج کے نظام، قوانین، اور ہدایات کی مکمل پابندی کریں، کیونکہ یہ مقاصدِ شریعت کا ایک حصہ، ایک دینی و اخلاقی فریضہ، اور ایک مہذب طرزِ عمل ہے جو نظم، تعاون، اور آسان ادائیگی مناسک کو ممکن بناتا ہے۔

حجاجِ بیت اللہ! رسول اللہ ﷺ عرفات میں خطبے کے بعد ظہر و عصر کی نماز قصر و جمع کے ساتھ ادا فرماتے، سورج کے غروب تک وقوف کرتے، پھر مزدلفہ

جاتے اور وہاں مغرب تین رکعت اور عشاء دو رکعت پڑھتے، اور رات وہیں بسر کرتے۔ صبح فجر کے بعد ذکر و دعا میں مشغول رہتے، پھر منیٰ جاتے، جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں مارتے، قربانی کرتے، سر منڈواتے اور پہلا تحلل حاصل کرتے۔ پھر بیت اللہ جا کر طوافِ افاضہ کرتے، بعد ازاں ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارتے اور ہر روز 21 کنکریاں تینوں جمرات کو مارتے، پہلے صغریٰ، پھر وسطیٰ، پھر عقبہ کو، اور پہلی دو کے بعد دعا کرتے۔ دو دن میں واپسی کی اجازت ہے:

﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ 0 وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ 0 أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ 0 وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

"پھر جب تم اپنے کام پورے کر چکو تو اللہ کو یاد کرو، جیسے تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے دے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ "اور کچھ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی، اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا، یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال کا حصہ ملے گا، اور اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔ اور اللہ کو ان گنے چنے دنوں میں یاد کرو۔ پس جو دو دن میں واپس ہو جائے، اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جو تاخیر کرے، اس پر بھی کوئی گناہ نہیں—بشرطیکہ وہ تقویٰ اختیار کرے۔ اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" (البقرۃ:200)

اے مسلمانو! اللہ کے مہمانو! آج کا دن بہت عظمت و فضیلت کا حامل ہے، ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ بندوں کو جہنم سے نجات عطا فرماتا ہے، اور اپنے سامنے کھڑے ہوئے ان حاجیوں پر فخر کرتے ہوئے فرشتوں کے سامنے ان کی تعریف فرماتا ہے۔ پس تم اللہ کی حمد و ثنا میں مشغول رہو، اس کا ذکر کرو، شکر بجا لاؤ، اور دعائیں مانگو، کیونکہ تم ایک ایسی جگہ پر ہو جہاں دعا ضرور قبول ہوتی ہے، اور سب سے افضل دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (غافر:60)

"مجھے پکارو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔"

پس دعاؤں میں محنت کرو اور خوشخبری پاؤ، یہ کہو:

"اے اللہ! ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہمارے گناہوں کو بخش دے!۔"

اے اللہ! ہمارے معاملات کو آسان فرما، ہمارے سینوں کو کھول دے، ہمارے دلوں کو منور فرما، ہمارے اعمال اور انجام کو نیکی پر مکمل فرما! اے اللہ! ہماری اولاد کو صالح بنا، ہمیں جنت میں داخل فرما، ہمیں جنت میں داخل فرما، اور ہمیں دوزخ سے محفوظ رکھ! اے اللہ! ہمارے حج کو قبول فرما، ہماری عبادتوں اور نیک اعمال کو قبول فرما! اے اللہ! ہمیں اپنا ذکر کرنے، تیرا شکر ادا کرنے، اور تیری بہترین بندگی کرنے کی توفیق عطا فرما! اے اللہ! ہم تجھ سے دنیا، دین اور آخرت میں عافیت و سلامتی اور دائمی خیریت مانگتے ہیں! اے اللہ! مسلمانوں کے حالات کو بہتر فرما! ان کے دلوں کو باہم جوڑ دے، ان کے درمیان محبت، الفت اور اتحاد پیدا فرما! اے اللہ! ہمارے فلسطینی بھائیوں کی مدد فرما! ان کی کفالت فرما، ان کے بھوکوں کو کھانا عطا فرما، ان کے ننگوں کو لباس عطا فرما، ان کے بے سروسامانوں کو سہارا دے، ان کے زخمیوں کی مرہم پٹی فرما، ان کی خواتین کی حفاظت فرما، ان کو ان کے دشمنوں کے شر سے محفوظ فرما! اے اللہ! اپنی قوت و عزت کے ساتھ ان کے دشمنوں پر ان کی مدد فرما، اے زبردست و غالب ذات! اے اللہ! ہمارے حکمرانوں کو ہر بھلائی کی توفیق عطا فرما، انہیں ہدایت اور تقویٰ کا ذریعہ بنا! اے اللہ! ہمارے امام اور خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز اور ان کے ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کو توفیق عطا فرما! اے اللہ! ان دونوں کو ان کے اسلام اور مسلمانوں کے لیے کیے گئے عظیم خدمات کا بہترین بدلہ عطا فرما!

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرۃ:201)

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ!۔"

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ 0 وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ 0 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (البقرۃ:201)

"پاک ہے تیرے رب کی ذات، جو ہر اس بات سے منزہ ہے جو یہ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں! سلام ہو اللہ کے رسولوں پر! اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے!

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، برکتیں اور سلام ہوں ہمارے نبی محمد ﷺ پر، آپ کے آل و اصحاب پر، تمام کے تمام۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا﴾ (سورة محمد: 29)

ہر طرح کی حمد، ہر طرح کا شکر، ہر طرح کی تعریف، عظمت ، بزرگی ، بڑائی اور کبریائی سب اللہ رب العالمین کے لیے، جو مالک الملک خالق کل اور عالم کل ہے۔درود و سلام سرور انبیاء کے لیے جو رحمت کائنات اور قیامت تک نبی کائنات ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

گزشتہ خطبہ جمعہ میں ذکر خیر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی، سب سے چہیتے، سب سے عظیم اور سب سے بڑے ساتھی اور صحابی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا۔ آج ان شاءاللہ ذکر خیر کریں گے، ایک دوسرے بڑے روشن ستارے کا، جو مطلع اسلام پر چاند بن کر دمکے اور چمکے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح جن کی تاریخ میں اسلام کے لیے، مسلمانوں کے لیے بے پناہ اور بے حد خدمات ہیں۔ یہ ہیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

ان کے بارے میں درست کہا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا لاکھ کے قریب صحابی مرید تھے اور یہ واحد صحابی ہیں، جو آپ کی مراد ہیں، یعنی جن کو آپ چاہتے تھے کہ وہ مسلمان ہوں میرے ساتھی بنیں ۔ مکے میں عمر نامی دو شخص تھے۔ عمر کی ایک دوسری صورت عربی میں ہے عمرو۔ اس کے آگے واؤ لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا، عمر اور عمرو یہ مکہ کی دو بڑی طاقتور اور قوی شخصیتیں تھیں ۔ انہی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور دعا تھی:

«اَللّٰهُمَّ أَيِّدِ الإِسْلَامَ بأحدِ العُمَرينِ» (فضائل الصحابة: 405/1)

کہ یااللہ! ان دو عمروں میں سے، جن میں سے ایک کا نام عمر ہے اور ایک کا نام عمرو ہے، ان دو عمروں میں سے ایک مجھے دے دے۔ میرے دین کو دے دے، جو اس دین کا طاقتور محافظ بن سکتا ہے۔ قسمت تھی، عمر بن خطاب کی اور بد قسمتی تھی عمرو بن ہشام کی، جو صحابی کی بجائے ابو جہل بنا اور اسی نام سے قیامت تک یاد کیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت میں بہت سی قابل توجہ، بڑی عظیم اور اچھی باتیں ہیں۔ مضبوط اور پکا ایمان، اس ایمان کے لیے قربانی کا جذبہ اور اس کے بعد ذاتی طور پر زندگی میں، تقویٰ، زہد، دنیا سے بے رغبتی اور عبادت کا ذوق، شوق، پھر تقویٰ، سب سے بڑھ کر اللہ کا ڈر اور تقویٰ، ظاہر و باطن میں رکھنے والے انسان ہیں۔

پھر بطور حکمران بھی انہوں نے کمال احساس ذمہ داری کا ثبوت دیا۔ بہت خوب جذبہ خدمت دکھایا اور پھر ایک فاتح کے طور پہ، جرنیل کے طور پہ، اپنے کمانڈروں کو، مجاہدوں کو بہترین ہدایات دینے میں بھی آپ کا بڑا نام ہے ۔ ایک ایسا زبردست اور بڑا حکمران جو بیس لاکھ مربع میل سے زیادہ پر حکمران تھا اور صرف حکمران نہیں، بلکہ ایک بہترین منتظم، اپنی سلطنت کا بہترین انتظام کرنے والا، اپنی رعایا کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنے والا اور اپنے ماتحت حکمرانوں پر صحیح طرح کنٹرول کرنے والا بھی تھا۔

آپ کی چند خوبیاں ہیں۔ آپ نے حسن انتظام سے اور سلیقے سے کاروبار سلطنت کو چلایا۔ بعض ایسی چیزیں بھی شروع کیں، تاریخ میں پہلے جن کا وجود نہیں تھا۔مثلاً یہ سوشل سیکیورٹی کا نظام، آپ نے بنایا۔ جو آج بھی مغرب میں، یورپ میں اور امریکہ میں فالو کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ محتاجوں کو، غریبوں کو، بے روزگاروں اور بوڑھوں کو پنشن اور الاؤنس ملے۔ سٹیٹ، ریاست اور ملک ان کا ذمہ دار بنے۔ ان کو بے سہارا اور بے آسرا نہ چھوڑے۔ یہ سارا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آئیڈیا تھا۔

سیرت کی پختگی اور مقام کی بلندی کے باوجود تقوی ایسا تھا کہ ساتھ ڈرتے بھی رہے کہ یہ قبول بھی ہو گا یا نہیں۔ اللہ کے سامنے جواب دہی سے چھوٹ پاؤں گا یا نہیں چھوٹ پاؤں گا، یہی فکر آپ پر سوار رہتی تھی۔ کہا کرتے تھے۔

«لَا لِي وَلَا عَلَيَّ» (صحيح مسلم:1823)

مجھے بے شک میری کچھ نیکیوں کا ثواب، ان نیکیوں کا ثواب ملے یا نہ ملے، بس کسی طرح عذاب سے بچ جاؤں۔ کچھ بھی نہ ملے لیکن عذاب سے بچ جاؤں۔ اللہ کی سزا سے، اس کی ناراضگی سے بچ جاؤں، یہی میرے لیے کافی ہے۔

اور تقویٰ کا یہ عالم، اللہ کا ڈر ایسا تھا کہ روتے رہتے تھے۔ کتنا روتے تھے؟ یہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

" وَكَانَ فِي خَدِّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَطَّانِ أَسْوَدَانِ مِنَ الْبُكَاءِ." (صفة الصفوة: 282)

مسلسل روتے رہنے کی وجہ سے رخساروں اور منہ پر

نشان بن گئے تھے، چہرے پر نالیاں سی بن گئی تھیں۔ اتنا اللہ کے خوف سے روتے تھے۔

اور اس سے بڑھ کر ایک بات جو تاریخ کی ہے کہ بعض اوقات مسجد میں یا کہیں قرآن پاک کی کوئی آیت، اللہ کا خوف دلانے والی، اللہ کا جلال اور ہیبت والی سنتے تھے تو کیا ہوتا تھا۔ لکھا ہے:

فَيُحْمَلُ صَرِيعًا إِلَى مَنْزِلِهِ، فَيُعَادُ أَيَّامًا لَيْسَ بِهِ مَرَضٌ إِلَّا الْخَوْفُ (البداية والنهاية: 10/ 185)

بے ہوش ہو جاتے تھے، ان کو اٹھا کے گھر لانا پڑتا تھا۔ انہیں کوئی بیماری نہیں تھی۔ بس اللہ کا خوف تھا، جس کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔ کتنی بڑی بات ہے۔ آپ کے ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ ایک مرتبہ ایک گمنام سی بڑھیا راستے میں ملی۔ نہ وہ آپ کو جانتی ہے، نہ آپ اس کو جانتے ہیں۔ آپ جاننا چاہتے تھے کہ عام لوگوں کا میرے طرز حکمرانی کے بارے میں کیا خیال ہے، اور عوام کیا سمجھتے ہیں کہ میں کیسا حکمران ہوں، تو اس سے پوچھا کہ عمر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا، مجھے کچھ پتہ نہیں، لیکن مجھے اس نے کچھ نہیں دیا، تو میں اس کے بارے میں اچھا خیال کیسے کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر وہ تمہیں دے، تمہارا حق دے دے، یا جو تم سمجھتی ہو، جو تم چاہتی ہو، وہ تمہیں دے دے تو تم ناراضی دور کر دو گی؟ اس نے کہا، دے گا تو پھر دیکھیں گے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ کے کچھ ساتھی اتفاق سے موقع پر آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور قریبی ساتھی آ گئے۔ وہ دیکھتے ہی بولے:

جس پر وہ بیچاری گھبرا گئی۔ اچھا، یہ امیر المؤمنین ہیں، ان سے میں اس طرح باتیں کر رہی ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں، مجھ سے سودا کرو اور لکھ کر سودا کرو، اگر میں تمہیں راضی کر دوں تو قیامت کے میدان میں تمہارا میرے خلاف کوئی دعویٰ نہیں ہو گا۔ یہ تھا احساسِ ذمہ داری اور یہ تھا تقویٰ اور پھر اللہ کی طرف رجوع، عبادت کا ذوق شوق اور خیال، آخری دم تک رہا، ساری زندگی رہا۔ آخری دم، جب آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا، شدید زخمی ہوئے، گیارہ زخم آئے، مسجد میں زمین پر گرے۔ حالت یہ تھی کہ طبیب دوائی ڈالتا تھا مگر وہ زخم کے راستے باہر نکل جاتی تھی۔ کسی چیز کا کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا تھا لیکن اس حال میں بھی جبکہ موت قریب تھی، کمزوری تھی، خون نکل رہا تھا، ساتھی نماز کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ وہ ساتھی ایسے تھے کہ وہ نماز کو اس وقت بھی نہیں بھولے تھے۔ وہ کہتے ہیں:

"الصَّلَاةَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ." (مصنف عبد الرزاق: 7013)

امیر المومنین، آپ کی نماز، رب کی نماز ہے، نماز آپ پوری کریں۔ ہمت نہیں تھی، لیکن زبان سے کہتے ہیں:

"لا حَظَّ فِي الْإِسْلَامِ لمنْ تَرَكَ الصَّلاةِ." (الإقناع: 690)

تم ٹھیک کہتے ہو، تم بڑے اچھے ساتھی ہو، جو مجھے اس حالت میں بھی نماز یاد دلا رہے ہو۔ اس لیے کہ جو نماز چھوڑ دے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے اور پھر اسی جذبے کے ساتھ: وقت کے اندر اندر آپ نے لیٹے لیٹے جس حالت میں بھی پڑھ سکتے تھے، نماز پڑھی اور پوری کی۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ جماعتِ انبیاء کے علاوہ کوئی شخصیت ایسی نہیں، جس میں اتنا زُہد اور دنیا سے اتنی بے رغبتی ہو، جیسی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں تھی، ایک بڑا حکمران ہونے کے باوجود۔

بیت المال سے جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کم از کم لیا تھا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کم از کم تنخواہ، کم از کم معاوضہ لیتے تھے۔ ہلکا اور عام کھانا تھا آپ کا۔ لباس کیسا تھا؟ تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ منبر پر خطبہ دے رہے ہیں اور لباس کا حال یہ ہے کہ اس میں لوگوں نے گنا کہ بارہ جوڑ یا پیوند لگے ہوئے تھے۔ ٹاکیاں لگی ہوئی تھیں، ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ صحابہ کا ایک وفد آپ کے پاس آیا، تو انہوں نے اس انداز میں بات کی کہ آپ اپنا کھانا پینا ذرا بہتر کر لیں، تو اس سے آپ کو دین پر چلنے، دین پر عمل کرنے میں زیادہ قوت مل جائے گی۔ یعنی دینی انداز سے اچھا کھانے کی ترغیب دی کہ اچھا کھائیں اور اس نیت سے کھائیں کہ میرے بدن میں طاقت آئے اور میں زیادہ اللہ کی عبادت کروں۔

جواب کیا تھا؟ فرمایا:

وَلَكِنِّي تَرَكْتُ صَاحِبَيَّ عَلَى جَادَّةٍ.(تاريخ الخلفاء: 128)

میں نے اپنے دو ساتھیوں کو، یہ کون دو ساتھی تھے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، تو میں نے اپنے ان دو ساتھیوں کو ایک راستے پر پایا تھا، ان کا ایک راستہ تھا اور وہ راستہ دنیا سے بے رغبتی کا، اگر میں اسی راستے پر چلتا رہا تو میں ان سے جاملوں گا۔ اگر میں نے اس راستے کو چھوڑ دیا تو میری منزل گم ہو جائے گی، میرا راستہ گم ہو جائے گا۔

کچھ وقت کے بعد لوگوں نے ایک اور کوشش کی۔ اس مرتبہ انہوں نے حضرت عمر کی صاحبزادی، ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو آگے کیا کہ وہ بات کریں۔ اس بار حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آئیں، انہوں نے کہا: ابا جان، سب لوگ کہتے ہیں، میں بھی کہتی ہوں کہ آپ نے دنیا کو اپنے آپ پر بہت تنگ کر لیا ہے۔ جب سے آپ خلیفہ ہوئے، آپ نے اپنے اوپر مزید رضاکارانہ پابندیاں لگالی ہیں، تو ایسا نہ کریں۔

آپ نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ، تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہی ہو، ان کی صحبت میں رہی ہو، ان کا طریقہ کار کیا تھا؟ ان کی زندگی کیسے گزری؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ان کی زندگی تو زہد و تقویٰ کی مثال تھی۔ ایک بات مجھے یاد آ رہی ہے، ایک دفعہ رات کے وقت میں یہ کیا کہ آپ نے جو چادر زمین پر بچھاتے تھے، کوئی لمبا چوڑا بچھونا نہیں، کوئی گدا نہیں، کوئی فرنیچر نہیں، کوئی Bed نہیں، وہی چادر جو روز بچھتی تھی، میں نے اس کی ایک کی بجائے، اس کی دو تہیں کر دی تھیں، تاکہ آپ ذرا آرام اور سکون سے سو سکیں، اسے تھوڑا موٹا کر دیا۔ آپ کو پتہ نہیں چلا، سو گئے۔ صبح اٹھے تو فرمایا: حفصہ! یہ تم نے میرے نیچے کیا بچھایا ہوا تھا؟ میں نے کہا، یہ وہی چادر تھی جو روز بچھتی ہے، بس میں نے اسے ذرا موٹا کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: اچھی چادر تھی؟ اس نے مجھے اٹھنے نہیں دیا، میں دیر تک سوتا رہا۔ تو ایسا مت کرو، جو پہلے طریقہ تھا، اسے ہی اختیار کرو۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تو ٹھیک ہے۔ یہی میرا راستہ ہے، یہی نبی کا راستہ تھا، یہی میں اختیار کروں گا۔ دیکھ لو۔ میں جو کر رہا ہوں، وہ غلط نہیں کر رہا، آپ حج کو نکلے تو بیت المال سے خرچہ نہیں لیا اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ

"وَلَيْسَ لَهُ خَيْمَةٌ وَلَا فُسْطَاطٌ." (البداية والنهاية: 10/ 184)

آپ کا کوئی خیمہ الگ نہیں تھا۔ آپ کیا کرتے تھے؟ جب سونے کا دن یا رات کے وقت آرام کا وقت آتا تھا۔ کسی درخت کے اوپر کوئی چادر یا کپڑا تان دیا جاتا تھا، اس کے نیچے آرام کرتے تھے۔ زمین پر کوئی علیحدہ خیمہ نہیں تھا، کوئی علیحدہ پروٹوکول نہیں تھا۔

اسی لیے ابن کثیر نے لکھا ہے:

"كَانَ خَشِنَ الْمَطْعَمِ." (البداية والنهاية: 10/ 182)

آپ کا کھانا بھی تنگی والا اور سادہ غربت والا اور آپ کی عام اور عمومی زندگی بھی اسی طرح تھی۔ پھر نیک بندہ وہ ہوتا ہے جو دوسرے کی نیکی کی بھی قدر کرے، دوسرے کی نیکی کی بھی اسے پہچان ہو۔

تاریخ میں واقعہ ہے کہ ایک بار دن کے وقت یا رات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ گشت کر رہے تھے۔ گشت آپ کی عادت تھی، عادتاً گشت کرتے تھے۔ ایک مکان کے قریب سے گزرے، دو عورتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک عورت جو آواز میں بڑی لگتی تھی، وہ عمر میں ماں تھی، وہ چھوٹی سے کہہ رہی تھی کہ یہ دودھ جو تم نے دوہا ہے، بکری کا یا جانور کا نکالا ہے جو دودھ، تم اس میں تھوڑا پانی ملاؤ تاکہ یہ زیادہ ہو جائے۔ تو اس نے کہا کہ یہ بات تو اللہ نے منع کی ہے اور ہمارے جو خلیفہ وقت ہیں نا، وہ بھی سختی سے منع کرتے ہیں، اس کے بڑے خلاف ہیں۔ اس نے کہا عمر کی بات کرتی ہو؟ سویا ہو گا کہیں، آرام کر رہا ہو گا، اسے کیا پتہ کہ تم کیا کر رہی ہو اور میں کیا کر رہی ہوں۔ بیٹی نے کہا، اماں جان، اگر خلیفہ نہیں دیکھ رہا تو اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ واپس آ کے آپ نے کہا، پتہ کرو، یہ کون لوگ ہیں جو اس گھر میں رہتے ہیں؟ پتہ کیا اور بیٹے کے لیے اس لڑکی کے لیے پیغام دیا کہ ایسی نیک لڑکی میرے گھر میں ہونی چاہیے اور یہی وہ لڑکی ہے، جو بعد میں عمر ثانی، عمر بن عبد العزیز، جو بہت بعد میں ہوئے، لیکن ان کا شمار بھی خلفائے راشدین میں کیا جاتا ہے، اس کی نانی بنی۔ فاطمہ اس کا نام تھا۔

فاطمہ نامی یہ لڑکی، یہ عمر بن عبد العزیز کی نانی بنی۔ پتہ چلا نیکی آپ میں خود میں بھی ہے اور نیکی کی قدر بھی ہے۔ یہ ہے اصل بات۔ ان ساری باتوں کے باوجود تواضع، عاجزی، تکبر سے بچنا، اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا، جیسے نبی کریم ﷺ کی دعا ہوتی تھی:

«اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيرًا، وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا.» (مسند بزار: 315/10)

یا اللہ! لوگ بے شک مجھے بڑا سمجھتے رہیں، میں اپنی آنکھوں سے اپنے آپ کو دیکھوں تو اپنے آپ کو چھوٹا سمجھوں، بڑا نہ سمجھوں، یعنی میرے اندر تکبر نہ ہو، بڑائی والی بات نہ ہو۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ (سورة لقمان: 18)

اللہ تعالیٰ شیخی باز اور گھمنڈ کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ وہ جو گھمنڈ کرتا ہے، غرور کرتا ہے اپنی بڑائی پر، اپنے مال پر، جان پر، کسی چیز پر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا﴾ (سورة لقمان: 18)

"زمین پر اکڑ کے مت چلو۔"

اس طرح کی ہدایات قرآن نے دیں تو ان پر عمل صحابہ نے کیا اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ آپ پانی کی مشک اٹھا کے لے کے جا رہے ہیں۔ کسی نے کہہ دیا کہ آپ کو اس کی کیا ضرورت پیش آئی؟ کسی کو حکم دے دیتے، وہ اٹھا لیتا۔ فرمایا:

إِنِّي خَلَوْتُ؛ فَحَدَّثَتْنِي نفسي؛ قال: أَنْتَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ؛ فَمَنْ ذَا أَفْضَلُ مِنْكَ؟ فَأَرَدْتُ أَنْ أُعَرِّفَهَا نَفْسَهَا." (المجالسة وجواهر العلم: 466/4)

میرے نفس نے مجھ کو خراب کرنے، گمراہ کرنے کی، یعنی تکبر کے راستے پر لانے کی کوشش کی۔ دل میں آیا تھا میں کتنا بڑا ہوں، کتنا بڑا حکمران ہوں، کتنی بڑی میری سلطنت ہے، کتنی بڑی میری طاقت ہے۔ تو اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ اپنے نفس کو ذرا ذلیل کروں، اس کو ذرا نیچے لے کے آؤں اور عام آدمی کی طرح

مشک پانی کی اٹھا کے، سب لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کروں، چھوٹا بنوں۔ اسی طرح ایک مرتبہ منبر پر تشریف لائے اور جتنے بھی لوگ بیٹھے تھے ان کے سامنے صرف دو تین جملے کہے۔ آپ نے فرمایا: ”میں وہ عمر ہوں جو چھوٹی عمر میں اونٹ چرایا کرتا تھا۔ تھوڑی سی مزدوری ملتی تھی اور تھوڑی بہت غفلت ہوتی تھی تو باپ سے مار بھی بہت پڑتی تھی۔ میں وہی عمر ہوں۔“

یہ کہہ کے نیچے اتر گئے۔ لوگوں نے کہا، یہ کیسی بات ہے؟ بس آج اتنا ہی وعظ ہو گا؟ آپ نے فرمایا، یہ بات اصل میں تمہارے لیے نہیں، میرے لیے ہے۔ اپنے لیے میں نے کیا ہے۔ وہی بات کہ دل میں آ گیا کہ میں بہت بڑا ہوں، میری سلطنت بڑی ہے، میری طاقت بڑی ہے۔ تو اس لیے میں نے کہا، ذرا لیول ہو جائے کام اپنے آپ کو پبلک میں یاد دلا دوں کہ میں کیا تھا؟ اور اللہ نے مجھے کیا بنا دیا۔

بیت المقدس کا سفر آپ کا مشہور ہے۔ وہاں کے لوگوں نے، عیسائیوں نے کہا، مسلمانو! تم ہم سے لڑنے کے لیے آئے ہو، جہاد کے لیے، تو خونریزی کا کیا فائدہ؟ ہم ہتھیار ڈال دیں گے، شہر کی چابیاں تمہیں دینے کے لیے تیار ہیں، لیکن تمہیں نہیں دیں گے۔ اپنے خلیفہ کو بلاؤ، اس کے حوالے کریں گے، تو آپ کو کہا گیا، آپ نے کہا ٹھیک ہے، خونریزی سے بچنا چاہیے، ہمارے لوگوں کا خون بھی نہ بہے، ان کا بھی نہیں۔ تو سفر آپ کا بیت المقدس کا کیا تھا؟ ایک اونٹ ہے، اس پر آپ ہیں اور ایک آپ کا خادم ہے اور دورانِ سفر اونٹ کا بھی خیال رکھ رہے ہیں، کچھ فاصلے تک خود سوار ہوتے ہیں، کچھ فاصلے تک خادم کو سوار کرتے ہیں۔

شہر کے قریب پہنچے تو اتفاق سے خادم کی باری تھی۔ اس نے کہا، جی اب میں سوار نہیں ہونا چاہتا، اب لوگ آپ کو دیکھیں گے پیدل چلتے ہوئے، کیا سمجھیں گے؟ آپ نے فرمایا، نہیں، باری باری ہے، یہ تمہاری باری ہے، میری باری نہیں۔ تم بیٹھو، میں پیدل چلوں گا۔

اللہ کا کرنا کیا ہوا؟ جو بڑے بڑے پادری تھے، جو بڑے بڑے راہب تھے، کتابوں کے عالم تھے، انہوں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں یہی پیش گوئی لکھی ہے کہ اس شہر کو ایک بندہ فتح کرے گا اور وہ بندہ ایسا ہو گا جو پیدل چل کر بیت المقدس آ رہا ہو گا۔ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے، چابیاں آپ کے حوالے کر دیں۔

یہ آپ کی سادگی تھی، یہ آپ کی تواضع تھی۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ احساسِ فرض اور خدمت خلق کا جذبہ بھی تھا۔ خدمت خلق کے جذبے کے تحت ہی آپ رات کے وقت گشت کرتے تھے۔

ایک ساتھی، طلحہ بن عبد اللہ، کہتے ہیں کہ میں نے دو چار پانچ مرتبہ دیکھا کہ صبح ابھی تاریکی ہوتی، عمر رضی اللہ عنہ فجر کے فوراً بعد، ایک گھر میں جاتے ہیں، کچھ دیر وہاں رہتے ہیں اور پھر نکل آتے ہیں۔ مجھے تجسس ہوا۔ پھر میں نے پتہ کیا، اندر گیا، تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت اکیلی وہاں رہتی تھی۔ اس سے پوچھا، صبح صبح کوئی بندہ آتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں آتا ہے، پوچھا کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا، کہ میرے چھوٹے موٹے کام گھر کے کرتا ہے، صفائی کرتا ہے۔ اور اس نے کہا کہ "وَيُخْرِجُ عَنِّي الْأَذَى." (حلية الأولياء: 1/ 47)

”میری جو گندگی ہے، وہ بھی اٹھا کے باہر پھینکتا ہے۔“

طلحہ بن عبد اللہ کہتے ہیں، مجھے بڑی ندامت ہوئی، اپنے آپ پر افسوس ہوا، میں نے ایسے شخص کا تجسس کیا۔ میں نے اپنے آپ کو کہا: "ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا طَلْحَةُ." (حلية الأولياء: 47/1)

تیری ماں تجھے گم پائے۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کہنا ہو، تیرا ستیاناس ہو کہ تو نے اتنی اچھی شخصیت کے متعلق کیا سوچا اور کیوں سوچا۔ ان تمام اچھائیوں، عظمتوں کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قدر بھی بہت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یقیناً آپ کی قدر ہے۔ آپ نے یہاں تک فرمایا:

«لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ» (جامع ترمذی:3686)

عمر میں وہ صلاحیتیں ہیں کہ جو نبی میں ہوتی ہیں۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ میرے بعد تو کوئی نبی نہیں، اگر ہوتا تو عمر ہوتا، یہ آپ کا مقام ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اور اسی طرح آپ نے فرمایا:

جب مجھے معراج کے لئے لے جایا گیا، جنت کی سیر کرائی گئی، تو میں نے ایک محل دیکھا، جو دیکھنے میں باہر سے ہی بڑا شاندار تھا، تو میں نے سوچا کہ یہ کسی عام بندے کا محل نہیں، یہ کسی نبی کا محل لگتا ہے کہ یہ میرا ہی ہو، تو باہر سے ایسا ہے، اندر سے دیکھنا چاہئے کہ کیسا ہے، میں جانے لگا تو فرشتے نے کہا، جناب یہ محل آپ کا نہیں ہے، آپ کے ساتھی عمر کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”عمر مجھے تیری غیرت یاد آگئی، تیری اجازت کے بغیر میں تیرے گھر میں داخل نہ ہوا کہ کہیں عمر ناراض ہی نہ ہو جائے۔“(صحیح الجامع:3364)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اور فرمایا: آپ چلے جاتے تو کون سی بات تھی۔ یہ اللہ کے نزدیک بھی آپ کا مقام ہے، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم دو بندوں کو ہمیشہ آپ کے دائیں بائیں دیکھتے تھے، جن کو شیخین کہا جاتا ہے، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔

تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کے چند پہلو ہیں جو ان کی عظمت کو ظاہر کرتے ہیں، اور ہمارے لئے بھی رہنما ہیں۔

فہرست کے مطابق یہ 34ویں سورت ہے اور اس کا نام ”سبا“ ہے۔
اس کی آیت کریمہ 15 کے فقرے ﴿لَقَدْ کَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْکَنِهِمْ آیَةً﴾ سے ماخوذ ہے، اور یہ 54 آیات 6 رکوع پر مشتمل ہے۔
علماء تفسیر لکھتے ہیں کہ اس کا زمانہ نزول کسی معتبر روایت سے معلوم نہیں ہوتا لیکن اس سورہ کے انداز بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ مکی دور کے متوسط یا دور اول میں نازل ہوئی ہوگی۔ کفار و مشرکین کی طرف سے ابھی وہ ظلم و ستم میں سختی پیدا نہیں ہوئی تھی جو بعد کے مرحلہ میں ہوئی۔ لیکن اسلامی دعوت اور اس کی تحریک کو دبانے، منکرین حق کی جانب سے جھوٹ سے کام لیا جارہا تھا؛
آنحضور ﷺ کی دعوت کے متعلق بندگان خدا کے دلوں میں وسوسہ پیدا کرنے کی کوشش، آپ ﷺ کی دعوت کا مذاق اُڑانا، بیہودہ قسم کی الزام تراشیاں، دعوتِ توحید و آخرت پر طنز و تمسخر وغیرہ ان کا معمول بن گیا تھا۔
الغرض نبی ﷺ کی دعوتِ توحید و آخرت کے جواب میں مشرکین مکہ کا جو طرز عمل تھا، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے جواب میں اپنا کلام نازل فرماتا ہے۔ کہیں تو ان کے اعتراض والے جملوں کو نقل کر کے اس کا معقول جواب دیا ہے تو کہیں پر بغیر نقل کئے اللہ نے ان کے بیہودہ سوالوں کا بھرپور جواب دیا۔ غرضیکہ اس سورت کا مختصر خاکہ جو بالائی سطور میں پیش کیا گیا ہے اگر اسے ذہن میں رکھتے ہوئے اس کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو یہ بات جو ہمارے سامنے آئے گی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حق کا انکار کرنے والوں کو جو جوابات دیئے ہیں، ان میں سمجھانے اور تذکیر (یاد دہانی کروانے) کا پہلو نمایاں ہے۔ لیکن صرف افہام و تفہیم، تذکیر و استدلال پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ حسب موقع و حسب ضرورت کفار کو ان کی ہٹ دھرمی کے انجام بد سے واقف کرواتے ہوئے، ڈرایا گیا۔ اور اس سلسلہ میں تاریخی واقعات سے عبرت دلائی گئی۔
سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام اور قوم سبا کے قصے اس غرض کیلئے بیان کئے گئے کہ ان کے سامنے یہ دونوں مثالیں تاریخی حیثیت سے موجود ہیں۔ الغرض ایک طرف حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ ہیں جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑی عظیم طاقتیں عنایت فرمائیں اور وہ شوکت و حشمت عطا کی جو پہلے کم ہی کسی کو ملی تھی۔ لیکن یہ سب کچھ انعام پاکر بھی ان کے اندر ذرا برابر بھی غرور و تکبر پایا نہیں گیا بلکہ وہ اپنے رب کے شکر گزار بندے بن کر رہے۔ برخلاف اس کے ایک دوسرا نمونہ بھی پیش کیا گیا جو اللہ کو ناراض کرنے والی قوم سبا کا تھا، جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کی بارش اِن پر کی، نعمتوں سے سرفراز کیا، ہر طرح کا آرام نصیب فرمایا تو وہ اللہ کے احسان کو فراموش کر بیٹھی اور اپنے حقیقی منعم کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ ان کو پارہ پارہ کر دیا یعنی ان کی اکڑ اِن کا فخر و تکبر ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔ اس طرح ان کے پیچھے رہ جانے والی جو چیز تھی بس بے رونق باغ اور کڑوے کسیلے پھل دینے والی جھاڑی، جنگلی بیری اور ان کے افسانے باقی رہ گئے۔ اس طرح قرآن حکیم کی یہ سورۃ جس میں کفار کیلئے عبرت کا سامان رکھا گیا اور بتادیا گیا کہ اب تم خود غور کرو کہ نبی رحمت ﷺ کی رسالت کو مان کر اپنی ابدی زندگی بہتر بنالینا اچھا ہے یا من مانی زندگی گزار کر اپنی بربادی کا سامان کرلینا چاہتے ہو۔؟
شکر گزار بندے اور ناشکرے بندوں کی یہ دونوں مثالیں تمہارے سامنے موجود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو چیز توحید باری تعالیٰ اور آخرت پر ایمان اور شکر نعمت کی بنیادوں پر قائم ہوتی ہے دراصل یہی حق ہے۔ علاوہ اس کے جو چیز بھی کفر و شرک اور انکار آخرت، دنیا طلبی و دنیا پرستی کی بنیادوں پر پروان چڑھتی ہے اس کا آخر کار انجام خسران کے سوا کچھ نہیں ہے۔ حق و باطل میں تمیز کرنا اپنی زندگی کو پُرامن بنانا آخرت والی زندگی کو پُرسکون بنانا اب تمہارا اپنا کام ہے۔
آیت 28 میں سرور عالم رسول اللہ ﷺ کا ایک واضح تعارف یوں فرمادیا کہ ”اور (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو تمام ہی انسانوں کیلئے بشیر و نذیر بناکر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔“
یعنی بتانا یہ مقصود ہے کہ آپ ﷺ صرف شہر مکہ یا اس عرب ملک یا اِسی زمانے کی حد تک مبعوث نہیں فرمائے گئے ہیں؛ بلکہ آپ کی جو بعثت ہوئی وہ تمام دنیا والوں کیلئے، قیامت تک (آخری) نبی کی حیثیت سے ہوئی۔ لیکن آپ کے یہ اہل وطن آپ کی قدر و منزلت نہیں جانتے اور ان کو یہ احساس نہیں کہ ان کی ہدایت کیلئے کیسی عظیم ہستی کو روانہ کیا گیا ہے کہ یہ بھلائی کرنے والوں کو بشارت دیتے ہیں اور برائی

کرنے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرا کر خبر دار و ہوشیار فرمادیتے ہیں۔

آیت کریمہ 28 کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ یوں رقمطراز ہوئے:

یعنی تم صرف اسی شہر، یا اسی ملک، یا اسی زمانے کے لوگوں کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے اور ہمیشہ کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہو۔ مگر یہ تمہارے ہم عصر اہل وطن تمہاری قدر و منزلت کو نہیں سمجھتے اور ان کو احساس نہیں ہے کہ کیسی عظیم ہستی کی بعثت سے ان کو نوازا گیا ہے۔

یہ بات کہ نبی ﷺ صرف اپنے ملک یا اپنے زمانے کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک پوری نوع بشری کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے۔ مثلاً:

اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے میں تم کو متنبہ کروں اور ہر اس شخص کو جسے یہ پہنچے۔ (الاعراف۔158)

"اے نبی کہہ دو کہ اے انسانو، میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔" (الانبیاء۔107)

"اور اے نبی، ہم نے نہیں بھیجا تم کو مگر تمام ایمان والوں کے لیے رحمت کے طور پر۔" (الفرقان۔1)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لیے متنبہ کرنے والا ہو۔

یہی مضمون نبی ﷺ نے خود بھی بہت سی احادیث میں مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے۔ مثلاً

بُعِثت إِلَى الأَحمَرِ وَالأَسوَدِ (مسند احمد، مرویات ابو موسیٰ اشعری)

میں کالے اور گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

أمّا أنا فأرسلت إلى الناس كلهم عامة وكان من قبلي إنما يُرْسَلُ إلى قومه (مسند احمد، مرویات عبد اللہ بن عمرو بن عاص)

میں عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ حالانکہ مجھ سے پہلے جو نبی بھی گزرا ہے وہ اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔

وكان النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس عامة (بخاری و مسلم، من حدیث جابر بن عبد اللہ)

پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام انسانوں کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔

بعثت أنا والساعة كهاتين يعني اصبعين۔ (بخاری و مسلم)

میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں، یہ فرماتے ہوئے نبی ﷺ نے اپنی دو انگلیاں اٹھائیں۔

مطلب یہ تھا کہ جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی تیسری انگلی حائل نہیں ہے اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان بھی کوئی نبوت نہیں ہے۔ میرے بعد بس قیامت ہی ہے اور قیامت تک میں ہی نبی رہنے والا ہوں۔ (تفہیم القرآن سورہ سبا حاشیہ 47)

آگے یہ بات بھی ہمارے سامنے آتی ہے کہ کفار کے اس سوال کا جواب دیا گیا جو تمسخر کے طور (قیامت) کے بارے میں نبی ﷺ سے اکثر کیا کرتے تھے، اللہ تعالی اسے نقل فرماتے ہوئے اپنے نبی کے زبان مبارک سے یہ کہلوا دیا:

"کہو تمہارے لیے ایک ایسے دن کی میعاد مقرر ہے جس کے آنے میں نہ ایک گھڑی بھر کی تاخیر تم کر سکتے ہو اور نہ ایک گھڑی بھر پہلے اسے لا سکتے ہو۔"

یعنی صاف صاف کہدیا کہ قیامت کے برپا ہونے کا فیصلہ اور اس کا وقت سب اللہ کے علم میں ہے وہ مقررہ ساعت میں واقع ہو کر رہے گی، اور اس کا آنا تمہاری خواہش و مطالبہ کا تابع نہیں ہے۔

لہٰذا اس بات کی فکر کرو کہ اس دن اپنے رب کے سامنے جمع کیے جاوگے تو تم اپنے کیے پر پچھتاتے ہوئے ایک دوسرے پر الزام دھریں گے....!

آگے ایک نقشہ یہ بھی پیش کیا گیا کہ، جن لوگوں نے دنیا میں حق و باطل میں تمیز و تحقیق کے بغیر اپنے لیڈروں، سرداروں اور حاکموں و عزت مآب کہلانے والوں کے زیر اثر انکے پیچھے چلتے رہے (اور اپنے حقیقی ہمدرد و ناصح کی بات نہ مانی) اور جب اپنے ان رہنماوں کے پیچھے چلنے کے برے انجام کو اپنی آنکھوں دیکھ کر یہی لوگ اب ان رہنماوں کو کوسنے لگے کہ تمہاری پیروی ہمیں عذاب کے دلدل میں اتار رہی ہے۔

﴿لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ﴾

اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔ لیکن وہاں ایک دوسرے پر الزام دینے اور کف افسوس ملنے سے کیا فائدہ......لہٰذا دنیا ہی میں اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی بات مان کر زندگی بسر کرنا آخرت سنوار لینا دانشمندی ہے۔!!!

اور ایک عمومی بات یہ بھی بتلائی گئی، جو قرآن مجید کے دوسرے مقامات میں بھی آئی ہے، وہ یہ کہ دنیا میں جب کبھی کسی بستی میں اللہ کی طرف سے ڈرانے و خبر دار کرنے والا بھیجا جاتا ہے وہاں کے کھاتے پیتے لوگ یہ کہا کرتے رہے کہ جو بات تم ہمیں بتا رہے ہو ہم اسے نہیں مانتے، اور انہیں اس بات کا گھمنڈ و فخر تھا کہ مال و اولاد میں ہم بہت برتر ہیں، ہمیں اب کسی قسم کا اندیشہ نہیں: ﴿وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْن﴾

یعنی (یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم عذاب دیے جائیں گے)

حضرت مولانا صلاح الدین یوسفؒ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی: "یعنی جب اللہ نے ہمیں دنیا میں مال و اولاد کی کثرت سے نوازا ہے، تو قیامت بھی اگر برپا ہوئی تو ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔ گویا انہوں نے دار الآخرت کو بھی دنیا پر قیاس کیا کہ جس طرح دنیا میں کافر و مومن سب کو اللہ کی نعمتیں مل رہی ہیں، آخرت میں بھی اسی طرح ہوگا، حالانکہ آخرت تو دار الجزا ہے، وہاں تو دنیا میں کئے گئے عملوں کی جزا ملنی

ہے اچھے عملوں کی جزا اچھی اور برے عملوں کی بری۔ جب کہ دنیا دارالامتحان ہے، یہاں اللہ تعالیٰ بطور آزمائش سب کو دنیاوی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے انہوں نے دنیاوی مال و اسباب کی فروانی کو رضائے الٰہی کا مظہر سمجھا، حالانکہ ایسا بھی نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے فرماں بردار بندوں کو سب سے زیادہ مال و اولاد سے نوازتا۔" (القرآن کریم صفحہ 1210 حاشیہ 1 مطبوعہ سعودی عرب)

اس سورہ کی آخری آیت کریمہ میں سب کے لیے بہترین درس ہے کہ آدمی وجود باری تعالی ،توحید، رسالت اور آخرت کے سچائی اور اسکے حق ہونے کے بارے میں ہمیشہ ہمیشہ شک وشبہ سے اپنے عقیدہ کو پاک وصاف رکھے کیونکہ جس نے بھی دین اسلام اور آخرت کی جزاوسزا کے بارے میں شک میں پڑارہا اور اسی حالت میں مرا تو اسی کیفیت کے ساتھ کل روز جزا اٹھایا جاے گا۔ امام جلال الدین السیوطیؒ ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے قتادہ (رح) سے روایت کیا کہ آیت ﴿إِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُرِيْبٍ﴾ (کیونکہ یہ سب بڑے شک میں پڑے ہوے تھے) فرمایا تم بچو شک سے فریب سے کیونکہ جو شخص شک کی حالت میں مر گیا تو وہ اسی حالت پر اٹھایا جاے گا اور جس کو حالت یقین پر موت آئے تو اسے یقین پر اٹھایا جاے گا۔ واللہ اعلم (در منثور)

اللّٰھُمَّ اھدنا الصراط المستقیم، آمین۔

(مستفاد، دیگر کتب وتفاسیر)

تاثرات حزن وملال

(بروفات حسرت آیات مولانا کاکا سعید احمد عمری رحمہ اللہ)

کا کا سعید ہوگئے رخصت جہان سے
رونق روانہ ہوگئی جیسے مکان سے
سارے جہاں میں دھوم تھی ان کے مقام کی
وقعت بڑھی ہے ان سے بھی دارالسلام کی
تعلیم دیں کے حق میں پسینہ بہایا ہے
پیغام دینِ حق کا جہاں کو سنایا ہے
رشتہ عمل کا گہرا رہا سنتوں کے ساتھ
دعوت بھی اتحاد کی دی شفقتوں کے ساتھ
ہر 'عمری' غمزدہ ہے، سراپائے یاس ہے
ہر ذرہ عمر آباد کا بے حد اداس ہے
چالیس اور پانچ برس یوں ہی کٹ گئے
زوجہ کی موت ہوگئی پر یوں ہی وہ رہے
پیش نظر ترقی تھی 'دار السلام' کی
آئی نظر بلندی جو ان کے مقام کی
ہر لب پہ بس دعا ہے یہی آج بالیقیں
کر رحمتوں کی بارشیں تو ربِّ عالمیں
کا کا سعید عمری کو جنت مقام دے
جنت میں بھی خدا انہیں دار السلام دے
پس ماندگان کو مولیٰ تو صبر جمیل دے
کر دولتِ سکوں عطا ، اجرِ جزیل دے
'کا کا' تمام عمر رہے وقفِ جامعہ
فرزند 'انیس' اب ہوئے سالارِ قافلہ
اب دور ہوگئے ہیں ہر اک کاروبار سے
وابستہ جامعہ سے ہیں پورے وقار سے
خدمت میں لگ گئے ہیں پدر کی طرح پسر
عقبیٰ سے ہیں جڑے ہوئے، دنیا سے دور تر
'کا کا عمر' نے کی تھی کبھی نشاۃِ جدید
کاکا سعید نے دی ترقی اسے مزید
بیش از ہزار طلبہ کا اب انتظام ہے
سب کا یہیں سے نظمِ قیام و طعام ہے
سچ ہے ہر اک کے محسن وم مشفق سعید تھے
ہر فرقِ ایں و آں سے بہت وہ بعید تھے
کا کا نے جامعہ کے لیے بھی کیے سفر
اتنے کہ کیفیت میں تھے بہ صورتِ سقر
پیش نگاہ ضرورت 'دار السلام' تھی
آٹھوں پہر تھی ، روز و شب و صبح و شام تھی
ابنائے جامعہ کی جو سوچی ہے تربیت
محسوس کی اسی میں سدا امن و عافیت
معمار بے شمار مساجد کے تھے سعید
جو مسجدیں بنائیں، رہی ہیں وہ رشکِ دید
کاکا سعید عالم و فاضل تھے بے مثال
یکتائے فکر وفن تھے نہیں اس میں قیل و قال
ثاقب دعا یہ بار گہِ حق میں ہے سدا
'کاکا سعید عمری' کو فردوس ہو عطا!

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب عمری، برمنگھم

☆☆☆☆

برمنگھم کے حاجی محمد اسلم چودھری بھی داغ مفارقت دے گئے

جمعیۃ اہل حدیث برطانیہ کے قدیم اور مخلص کارکن حاجی محمد اسلم چودھری 96 سال کی عمر میں داغ مفارقت دے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ، فرزند علی اصغر اور 4 بیٹیاں شامل ہیں۔ 28 جون 2025 کو مسجد محمدی الم راک برمنگھم میں مولانا محمد عبد الہادی العمری نے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور برمنگھم میں تدفین عمل میں آئی۔ دوست واحباب، اقارب، علماء و قائدین کی کثیر تعداد شریک نماز جنازہ تھی۔ قاری ذکاءاللہ سلیم ناظم اعلیٰ نے مرحوم کی خوبیوں پر خطاب کیا۔ یہ وسیع وعریض مسجد اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کر رہی تھی، مرحوم اس مسجد کے ٹرسٹی تھے اور اس مسجد کی تعمیر میں ان کا بھی بڑا حصہ رہا ہے۔ اللہ کریم اسے ان کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

مرحوم ہمیشہ مسجد کے کئر ٹیکر کی طرح زندگی بھر مسجد کی خدمت کرتے رہے۔ بڑے ہی اچھے اخلاق اور ہمدرد قائد تھے۔ جنازہ میں مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی، مولانا شیر خان جمیل احمد عمری، مولانا محمد ابراہیم میرپوری، حافظ حفیظ الرحمٰن، حاجی عبد الغفور امیر جمعیۃ ومسجد ہذا کونسلر محمد ادریس، حاجی محمد صدیق، چوہدری محمد اکرم، چوہدری محمد سلیمان، ابو حمزہ مدنی، برادر راجاعقیب، ڈاکٹر عبدالرب ثاقب اور کثیر احباب موجود تھے اور جناب علی اصغر سے اظہار تعزیت کررہے تھے۔ ہر ایک کی زبان پر ان کے اعلیٰ اخلاق وکردار کا تذکرہ تھا۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

بار دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یاں کے بہت یاد رہو

بُرے نام کو اچھے نام سے تبدیل کرنا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

أَنّ النَّبِيّ ﷺ غَيّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ، وَقَالَ: «أَنْتِ جَمِيلَةُ.»(صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن، وتغيير اسم برة إلى زينب وجويرية ونحوهما: 2139- سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في تغيير الاسم القبيح: 4952- سنن ترمذی، أبواب الأدب، باب ما جاء في تغيير الأسماء: 2838- سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب تغيير الأسماء: 3733)

"نبی ﷺ نے (ایک عورت کا) عاصیہ نام تبدیل کر دیا اور فرمایا کہ تُو جمیلہ ہے۔"

عاصیہ کا مطلب نافرمان عورت ہے، اس لیے نبی ﷺ نے اسے بُرا قرار دیا اور بدل کر اس عورت کا نام جمیلہ رکھ دیا۔

ابنِ مسیّب اپنے باپ کے حوالے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا اسْمُكَ؟». قَالَ: قُلْتُ: حَزْنٌ، قَالَ: «بَلْ أَنْتَ سَهْلٌ». قَالَ: لَا أُغَيِّرُ اسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي، قَالَ ابْنُ الْمُسَيِّبِ: فَفِينَا تِلْكَ الْحُزُونَةُ بَعْدَهُ

(صحيح بخاری، كتاب الأدب، باب اسم الحزن:6190-سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في تغيير الاسم القبيح:4956)

"رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: حَزن (یعنی تنگی)، آپ ﷺ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ تم سہل (یعنی آسانی) ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ میں وہ نام نہیں بدلوں گا جو میرے باپ نے میرا رکھا ہے۔ ابنِ مسیّب کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد ہمیں تنگی ہی درپیش رہی۔"

زینب بنت اُمِ سلمہ بیان کرتی ہیں کہ

كَانَ اسْمِي بَرَّةَ فَسَمَّانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ زَيْنَبَ، وَدَخَلَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ وَكَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ فَسَمَّاهَا زَيْنَبَ.

(صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن، وتغيير اسم برة إلى زينب وجويرية ونحوهما: 2142- سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في تغيير الاسم القبيح: 4953)

"میرا نام برّہ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے میرا نام زینب رکھ دیا، زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آئیں اور ان کا نام بھی برّہ تھا تو آپ ﷺ نے ان کا نام بھی زینب رکھ دیا۔"

عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

أَتَيْتُ مَعَ أَبِي النَّبِيّ ﷺ، فَقَالَ: «مَا اسْمُ ابْنِكَ هٰذَا؟». فَقَالَ: عَزِيزٌ، فَقَالَ: «لَا تُسَمِّهِ عَزِيزًا وَسَمِّهِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ، فَإِنّ أَحَبّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَزّ وَجَلّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَعَبْدُ اللهِ.»

(مسند أحمد: 178/4- مسند البزار: 1993- سلسلة الأحاديث الصحيحة:904)

"میں اپنے باپ کے ساتھ نبی ﷺ کے پاس آیا، تو آپ ﷺ نے (میرے باپ سے) دریافت فرمایا: تمہارے اس بیٹے کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: عزیز، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا نام عزیز مت رکھو، بلکہ اس کا نام عبدالرحمان رکھ دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو جو نام سب سے زیادہ پسند ہیں وہ عبدالرحمان اور عبداللہ ہیں۔"

ابوالقاسم کنیت رکھنا مکروہ ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي»

(صحيح بخاری، كتاب المناقب، باب كنية النبي ﷺ: 3539- صحيح مسلم، كتاب البر والصلة:2134)

"تم میرا نام رکھ لیا کرو، مگر میری کنیت مت رکھا کرو۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

نَادَى رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: لَمْ أَعْنِكَ يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّمَا عَنَيْتُ فُلَانًا، فَقَالَ: «تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي». وَكَانَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ يَقُولُ: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَكْتَنِيَ بِأَبِي الْقَاسِمِ، كَانَ اسْمُهُ مُحَمَّدًا أَوْ غَيْرَهُ

(صحيح بخاری، كتاب المناقب، باب كنية النبي ﷺ: 3537- صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب النهي عن التكني بأبي القاسم وبيان ما يستحب من الأسماء:2131)

"ایک آدمی نے بقیع الغرقد (جنت البقیع) سے آواز لگائی: اے ابوالقاسم!، رسول اللہ ﷺ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری مراد آپ نہیں ہیں، بلکہ میں نے فلاں کو آواز دی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میرا نام رکھ لیا کرو اور میری کنیت مت رکھا کرو۔"

"امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی کنیت 'ابوالقاسم' رکھے، خواہ اس کا نام 'محمد' ہو یا کچھ اور ہو۔"

نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کا نام اور کنیت رکھنے کا جواز

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنْ وُلِدَ لِي مِنْ بَعْدِكَ وَلَدٌ أُسَمِّيهِ بِاسْمِكَ وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ؟ قَالَ: «نَعَمْ»(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الرخصة في الجمع بينهما: 4967-سنن ترمذى، أبواب الأدب، باب ما جاء في كراهية الجمع بين اسم النبي ﷺ وكنيته: 2843)

"انہوں نے (یعنی علی رضی اللہ عنہ نے) عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ کی وفات کے بعد اگر میرا بیٹا پیدا ہو تو کیا میں آپ ﷺ کے نام پر اس کا نام اور آپ ﷺ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھ سکتا ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَلَا تُكَنِّينِي فَكُلُّ نِسَائِكَ لَهَا كُنْيَةٌ، فَقَالَ: «بَلِ اكْتَنِي بِابْنِكِ عَبْدِ اللهِ». فَكَانَتْ تُكَنَّى بِأُمِّ عَبْدِ اللهِ.

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في المرأة تكنى: 4970- الأدب المفرد للبخارى:850)

"انہوں نے (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے) عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ کی سب بیویوں کی کنیت ہے، کیا آپ ﷺ میری کنیت نہیں رکھیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے عبد اللہ کے نام سے اپنی کنیت رکھ لو، چنانچہ ان کی کنیت اُم عبد اللہ رکھ دی گئی۔"

بُرے القاب دینے کی ممانعت

ابو جبیرہ بن ضحاک بیان کرتے ہیں کہ

نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي بَنِي سَلَمَةَ ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾ وَقَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ إِلَّا وَلَهُ اسْمَانِ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «يَا فُلَانُ»، فَيُقَالُ لَهُ: مَهْ يَا رَسُولَ اللهِ! فَإِنَّهُ يَغْضَبُ مِنْ هٰذَا الِاسْمِ، فَنَزَلَتْ: ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾ [الحجرات: 11]

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في الألقاب: 4962- سنن ترمذى، أبواب التفسير، باب ومن سورة الحجرات: 3268- سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب الألقاب:3741)

"یہ آیت ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾ بنو سلمہ کے بارے میں اتری ہے، جب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم میں سے ہر آدمی کے دو نام تھے، رسول اللہ ﷺ جب (کسی کا نام لے کر) فرماتے کہ اے فلاں!، تو آپ ﷺ سے کہا جاتا کہ اے اللہ کے رسول! یہ نام مت لیجیے، وہ اس نام سے غصہ کرتا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوگئی کہ ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾ "اور ایک دوسرے کو برے القاب مت دو۔"

عمدہ طعام ولباس کا جواز اور حرام ومشتبہات سے اجتناب کی تاکید

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ [المؤمنون: 51] وَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ [البقرة: 172] . ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ: يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لَهُ» (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة: 1015- مسند أحمد:328/2)

"اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ مال کو ہی قبول فرماتا ہے اور بلاشبہ اس نے مومنین کو بھی وہی حکم دیا جو اس نے رسولوں کو دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾

"اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں تمہارے اعمال کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔"

اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾

"اے مومنو! جو ہم نے تمہیں پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اس سے کھاؤ۔" پھر آپ ﷺ نے ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرے، اس کے بال پراگندہ ہوں اور خود غبار سے اٹا ہو، وہ اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر "اے میرے رب! اے میرے پروردگار!" کہنے لگے جبکہ اس کا کھانا حرام ہو، اس کا پینا حرام ہو، اس کا لباس حرام ہو اور اسے غذا بھی حرام ہی دی گئی ہو، تو اس کی دعا کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟"

اس حدیث میں مذکورہ صفات والے بندے کی مثال اس لیے دی گئی کہ ایسی حالت والا بندہ یعنی جو بہت لمبا سفر کر کے آ رہا ہو، اس کے بال پراگندہ ہوں، اس کا جسم گرد وغبار سے اَٹا پڑا ہو، ایسی حالت میں بندہ بہت قابلِ رحم لگتا ہے اور اس پر شفقت کرنے کو جی چاہتا ہے، لیکن اگر ایسے بندے کا کھانا، پینا، لباس حتیٰ کہ اس نے پرورش ہی حرام مال سے پائی ہو تو اس کی ایسی قابلِ رحم حالت کی بھی اللہ تعالیٰ رعایت نہیں کرتا اور اس کی دعا کو قبول نہیں فرماتا۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب ایسا شخص بھی التفاتِ الٰہی کا مستحق نہیں ٹھہرتا تو پھر عام شخص کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اس کی دعائیں تو بالاولیٰ قبول نہیں کی جاتی ہوں گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشوانے کے لیے اپنے مال کو قطعی طور پر حرام کی پلیدگی سے بچانا چاہیے۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

«اَلحَلاَلُ بَيِّنٌ، وَالحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لاَ يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى المُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الحِمَى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ، أَلاَ وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلاَ إِنَّ حِمَى اللهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ، أَلاَ وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلاَ وَهِيَ القَلْبُ.»

(صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه: 52- صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب أخذ الحلال وترك الشبهات:1599)

”حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں جن (کے حلال یا حرام ہونے) کا بہت سے لوگوں کو علم ہی نہیں ہے، سو جو اِن مشتبہات سے بچ گیا، اس نے اپنا دِین اور اپنی عزت دونوں محفوظ کر لیں اور جو اِن مشتبہات میں پڑ گیا وہ اس چرواہے کے مانند ہے، جو (اپنے جانوروں کو ممنوعہ) چراگاہ کے اِرد گرد چراتا ہے، بعید نہیں ہے کہ وہ اس چراگاہ میں ہی گھُس جائے، آگاہ رہو! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور بلاشبہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی چراگاہ اس کے حرام کردہ امور ہیں۔ یادرکھو! یقیناً جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ جب تک وہ درست رہے، سارا جسم ہی درست رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم ہی خراب ہو جاتا ہے، سنو! وہ دِل ہے۔“

☆☆☆

طریقِ دعوت

ہے وہ کامیاب دعوت، ہے وہ کام گارِ دعوت
جو ہے بے قرار دعوت جو ہے جاں نثار دعوت
یہی فرضِ منصبی ہے یہی شانِ بندگی ہے
ہو ہر ایک مرد مومن کو عزیز کار دعوت
نہ کبھی یہ رُک سکے گا نہ کبھی یہ تھم سکے گا
کہ وہ سیلِ بے کراں ہے جو ہے جوئے بار دعوت
جو جگر کا خون دے کر اسے سینچتے رہے ہم
تو چمن میں کیوں نہ آئے کبھی پھر بہار دعوت
نہ تو دارِ حرب ہی ہے نہ تو دارِ ضرب ہی ہے
یہ دیار بند اپنا ہے زبسکہ دار دعوت
کبھی شعلہ وہ بنے گی کبھی روشنی بھی دے گی
جو کسی کے دل میں کچھ بھی ہو نہاں شرار دعوت
ہو جہاں لحاظ حکمت ہو وہیں زبان شیریں
ہے یہی طریقِ دعوت ہے یہی شعار دعوت
کبھی خارزار ہوگی کبھی شعلہ بار ہوگی
نہیں ہیچ وہ گلوں کی جو ہے رہ گزار دعوت
جو ہو سعی و جہد کامل جو خلوص بھی ہو شامل
نہ ہو کیوں مدام روشن رخ تاب دار دعوت
چلو مل کے سب اُٹھائیں چلو مل کے سب سنبھالیں
ہے بہت گراں اگر چہ یہ متاعِ بار دعوت
ہو جہاں لحاظ حکمت ہو وہیں زبان شیریں
وہ ابوالبیاں یقیناً ہے یہ کاروبار دعوت

مولانا ابو لبیان حماد

☆☆☆

حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی نانی سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نہایت دانش مند، دین دار اور حسب ونسب والی خاتون تھیں۔ وہ بہت بلند کردار اور نیک اطوار شخصیت کی حامل تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بہترین بیوی ثابت ہوئیں۔ آپ ﷺ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہر طرح کا مالی واخلاقی تعاون حاصل رہا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی دکھ سکھ کی ساتھی تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بہت سے فضائل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: ” خدیجہ کو جنت میں جوف دار موتی سے بنے ایک گھر کی خوشخبری دے دیجیے جس میں نہ شوروغل ہو گا نہ تھکن کا احساس۔“ (صحیح بخاری:3819)

سیدہ کو رب تعالیٰ کی رضا حاصل تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس آئیں تو انہیں رب تعالیٰ کا اور میرا اسلام پہنچا دیجیے۔“ (صحیح بخاری:3820)

اللہ تعالیٰ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت تھی، فرشتوں کو بھی ان سے محبت تھی اور نبی کریم ﷺ بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ کہتے تھے: ” مجھے ان کی محبت عطا کی گئی ہے۔“ (صحیح مسلم:2435)

☆☆☆

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ انسانیت کے لیے ایک تاباں چراغ ہے، جو ہر دور میں روشنی بکھیرتی ہے ، آپ کی زندگی کا ہر پہلو ہدایت کا خزانہ ہے، اور آپ کے ساتھ بچوں کا برتاؤ ایک ایسا گلزار ہے، جس میں محبت ، رحمت اور شفقت کی خوشبو بسی ہوئی ہے ، آپ ﷺ کا بچوں کے ساتھ معاملہ سراسر محبت اور مہربانی پر مبنی تھا، آپ کے دل میں بچوں کے لیے جو محبت تھی، وہ لفظوں سے بیان نہیں ہو سکتی، جس نے معاشرتی اقدار کو جلا بخشی۔ آپ کی زندگی میں بچوں کے لیے جو نرم دلی اور حسن سلوک تھا، وہ نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ تمام انسانوں کے لیے ایک روشن نمونہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے یہ سبق دیا کہ بچوں کا دل صرف محبت سے جیتا جا سکتا ہے ، اور ان کے ساتھ حسن سلوک ہی ایک کامیاب معاشرتی نظام کی بنیاد ہے ، آپ کی حیاتِ طیبہ میں بچوں کی تربیت ، ان کے حقوق اور ان کے ساتھ تعلقات کا ہر پہلو ایک قیمتی تعلیم ہے جو آج بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ بچوں کی مسکراہٹوں کی اہمیت کو جاننا ہے، ان کے حقوق کا خیال رکھنا اور ان کی فطری خصوصیات کو سمجھنا کتنا ضروری ہے۔ میں سیرت سے چند مثال ذکر کرتا ہوں۔

1۔ بچوں کی دلجوئی کرنا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُ عَلَيْنَا، وَلِي أَخٌ صَغِيرٌ يُكْنَى: أَبَا عُمَيْرٍ، وَكَانَ لَهُ نُغَرٌ يَلْعَبُ بِهِ فَمَاتَ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ، فَرَآهُ حَزِينًا، فَقَالَ: مَا شَأْنُهُ؟ قَالُوا: مَاتَ نُغَرُهُ، فَقَالَ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ"

(صحیح بخاری: 6129، 6203 ؛ صحیح مسلم:2150 ؛ سنن ابو داؤد:4969، یہ الفاظ سنن ابی داؤد کے ہیں)

"رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں آتے تھے ، اور میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کی کنیت ابو عمیر تھی، اس کے پاس ایک چڑیا تھی، وہ اس سے کھیلتا تھا، وہ مر گئی ، پھر ایک دن اچانک نبی اکرم ﷺ اس کے پاس آئے تو اسے رنجیدہ و غمگین دیکھ کر فرمایا : کیا بات ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا : اس کی چڑیا مر گئی، تو آپ نے فرمایا: اے ابو عمیر! کیا ہوا نغیر (چڑیا) کو؟۔"

2۔ بچوں سے محبت کرنا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"قَبَّلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا، فَقَالَ الْأَقْرَعُ: إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ" (صحیح بخاری: 5997 ؛ صحیح مسلم:2318)

"رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اقرع رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو اللہ کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔"

3۔ نماز میں بچے کی آواز پر توجہ دینا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

"إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ"

(صحیح بخاری: 708 ، 709 ؛ صحیح مسلم:470)

"میں نماز شروع کر دیتا ہوں۔ ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز طویل کروں، لیکن بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ماں کے دل پر بچے کے رونے سے کیسی چوٹ پڑتی ہے۔"

4۔ نماز میں بچی کو گود میں اٹھانا

سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَلِأَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا"

(صحیح بخاری : 516 ؛ 5969 صحیح مسلم:543)

"رسول اللہ ﷺ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو (بعض اوقات) نماز پڑھتے وقت اٹھائے ہوتے تھے۔ ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی حدیث میں ہے کہ سجدہ میں جاتے تو اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔"

5۔ بچوں کے ساتھ کھیلنا :

ام خالد بنت خالد بن سعید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

"أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَعَ أَبِي وَعَلَيَّ قَمِيصٌ أَصْفَرُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: سَنَهْ

سَنَهْ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَهِيَ بِالْحَبَشِيَّةِ حَسَنَةٌ، قَالَتْ: فَذَهَبْتُ أَلْعَبُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِي أَبِي، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: دَعْهَا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَبْلِي وَأَخْلِفِي، ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِفِي، ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِفِي" (صحیح بخاری: 3071 , 3874)

"میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ حاضر ہوئی، میں اس وقت ایک زرد رنگ کی قمیص پہنے ہوئے تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا سنہ سنہ عبداللہ نے کہا یہ لفظ حبشی زبان میں عمدہ کے معنے میں بولا جاتا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر میں مہر نبوت کے ساتھ (جو آپ کے پشت پر تھی) کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے مت ڈانٹو، پھر آپ ﷺ نے ام خالد کو (درازی عمر کی) دعا دی کہ اس قمیص کو خوب پہن اور پرانی کر، پھر پہن اور پرانی کر، اور پھر پہن اور پرانی کر، عبداللہ نے کہا کہ چنانچہ یہ قمیص اتنے دنوں تک باقی رہی کہ زبانوں پر اس کا چرچا آ گیا۔"

6۔ مؤثر تربیت کے لیے ڈانٹ نہیں، محبت ضروری ہے

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا أَلَّا صَنَعْتَ" (صحیح بخاری : 6038، صحیح مسلم:2309)

"میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی لیکن آپ نے کبھی مجھے اف تک نہیں کہا اور نہ کبھی یہ کہا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا۔"

7۔ دستر خوان پر بچوں کے ساتھ خوشگوار لمحے

سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَا غُلَامُ، سَمِّ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ، فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ" (صحیح بخاری: 5376، صحیح مسلم: 2022)

"میں بچہ تھا اور رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا اور (کھاتے وقت) میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف گھوما کرتا۔ اس لیے آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو، داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور برتن میں وہاں سے کھایا کرو جو جگہ تجھ سے نزدیک ہو۔ چنانچہ اس کے بعد میں ہمیشہ اسی ہدایت کے مطابق کھاتا رہا۔"

8۔ بچوں کے لیے دعائیں: محبت کا حقیقی اظہار

1۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"جَاءَتْ بِي أُمِّي أُمُّ أَنَسٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَقَدْ أَزَّرَتْنِي بِنِصْفِ خِمَارِهَا وَرَدَّتْنِي بِنِصْفِهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا أُنَيْسٌ ابْنِي أَتَيْتُكَ بِهِ يَخْدُمُكَ فَادْعُ اللهَ لَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ قَالَ أَنَسٌ فَوَاللَّهِ إِنَّ مَالِي لَكَثِيرٌ وَإِنَّ وَلَدِي وَوَلَدَ وَلَدِي لَيَتَعَادُّونَ عَلَى نَحْوِ الْمِائَةِ الْيَوْمَ" (صحیح مسلم:2481)

"میری امی جان مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور تحقیق انہوں نے مجھے اپنے آدھے دوپٹے کی چادر بنادی اور آدھے کو مجھے اوڑھا دیا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یہ میرا بیٹا انس ہے میں آپ ﷺ کے پاس آپ کی خدمت کرنے کے لیے پیش کرنے کو لائی ہوں، آپ ﷺ اللہ سے اس کے لیے دعا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو بڑھادے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میرا مال بہت کثیر ہے اور میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد کی تعداد آج کل تقریباً ایک سو ہے۔"

2۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْخَلَاءَ، فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا، قَالَ: مَنْ وَضَعَ هَذَا؟ فَأُخْبِرَ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ" (صحیح بخاری: 143، صحیح مسلم:2477)

"نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں تشریف لے گئے، میں نے (بیت الخلاء کے قریب) آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ آپ ﷺ جیسے ہی باہر نکلے تو آپ نے پوچھا یہ کس نے رکھا؟ جب آپ ﷺ کو بتلایا گیا تو آپ ﷺ نے میرے لیے دعا کی اور فرمایا:

"اللّٰهمّ فقهه في الدين"

" اے اللہ! اس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دین کی سمجھ عطا فرما۔"

9۔ بچوں سے گلے ملنا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

"ضَمَّنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى صَدْرِهِ، وَقَالَ: اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ" (صحیح بخاری: 3756)

"مجھے نبی کریم ﷺ نے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ اے اللہ! اسے حکمت کا علم عطا فرما۔"

10۔ بچوں کے دلوں میں توحید کا نور بسانا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

"كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظْ اللهَ يَحْفَظْكَ احْفَظْ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ

كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ" (سنن الترمذی : 2516)

"میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے تھا، آپ ﷺ نے فرمایا:

اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں:

تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔"

11۔حالت نماز میں بچوں کی اصلاح

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

«بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَقُمْتُ أُصَلِّي مَعَهُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ» (صحیح بخاری: 699)

"میں نے ایک دفعہ اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گذاری۔ نبی کریم ﷺ رات میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ میں (غلطی سے) آپ ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے میرا سر پکڑ کے دائیں طرف کر دیا۔ (تاکہ صحیح طور پر کھڑا ہو جاؤں)۔"

12۔ہنسی مذاق کے ذریعے بچوں کے دل جیتنا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

«يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ ، قَالَ مَحْمُودٌ: قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: يَعْنِي مَازَحَهُ» (سنن ترمذی : 1992)

"اے دو کان والے! محمود بن غیلان کہتے ہیں: ابو اسامہ نے کہا، یعنی آپ ﷺ نے اس سے مذاق کیا تھا۔"

13۔بچوں کو کندھے پر اٹھانا: ایک محبت بھرا لمحہ

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"رَأَيْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ" (صحیح مسلم:2422)

"میں نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو نبی کریم ﷺ کے کندھے پر دیکھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔"

14۔بچے کے منہ میں کلی کی محبت بھری مثال

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ : "وَ هُوَ الَّذِي مَجَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ، وَهُوَ غُلَامٌ مِنْ بِئْرِهِمْ" (صحيح البخاري:189)

ابن شہاب کہتے ہیں کہ محمود وہی ہیں کہ جب وہ چھوٹے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان ہی کے کنویں کے پانی سے ان کے منہ میں کلی ڈالی تھی۔

15۔انسانی اقدار کا اعلیٰ مظہر: یہودی بچے کی عیادت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

«كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ، فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ، وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ» (صحیح بخاری: 1356)

"ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک دن وہ بیمار ہو گیا۔ آپ ﷺ اس کا مزاج معلوم کرنے کے لیے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مسلمان ہو جا۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، باپ وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے، ابو القاسم ﷺ جو کچھ کہتے ہیں مان لے۔ چنانچہ وہ بچہ اسلام لے آیا۔ جب نبی کریم ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شکر ہے اللہ پاک کا جس نے اس بچے کو جہنم سے بچا لیا۔"

16۔نبی ﷺ کا بچوں کے حقوق کا پاسداری کا عمل

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

«أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ، وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهِ، فَقَالَ:

يَا غُلَامُ، أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ، قَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِفَضْلِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُولَ اللهِ، فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ» (صحیح بخاری : 2351)

"نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دودھ اور پانی کا ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کو پیا۔ آپ ﷺ کی دائیں طرف ایک نوعمر لڑکا بیٹھا ہوا تھا اور کچھ بڑے بوڑھے لوگ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لڑکے! کیا تو اجازت دے گا کہ میں پہلے یہ پیالہ بڑوں کو دے دوں۔ اس پر اس نے کہا، یا رسول اللہ! میں تو آپ کے جھوٹے میں سے اپنے حصہ کو اپنے سوا کسی کو نہیں دے سکتا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے وہ پیالہ پہلے اسی کو دے دیا۔"

17۔محبت کی لطافت: بچے کی ناک پونچھنا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

«أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُنَحِّيَ مُخَاطَ أُسَامَةَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: دَعْنِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّذِي أَفْعَلُ، قَالَ: يَا عَائِشَةُ أَحِبِّيهِ فَإِنِّي أُحِبُّهُ» (سنن الترمذی: 3818)

”نبی اکرم ﷺ نے اسامہ کی ناک پونچھنے کا ارادہ فرمایا تو میں نے کہا: آپ چھوڑیں میں صاف کیے دیتی ہوں، آپ نے فرمایا: عائشہ! تم اس سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔،،

18۔بچے سے جدا ہونے کا کرب، آنکھوں کے قطرے اور دل کا درد

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ

«وُلِدَ لِي اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ ثُمَّ دَفَعَهُ إِلَى أُمِّ سَيْفٍ امْرَأَةِ قَيْنٍ يُقَالُ لَهُ أَبُو سَيْفٍ فَانْطَلَقَ يَأْتِيهِ وَاتَّبَعْتُهُ فَانْتَهَيْنَا إِلَى أَبِي سَيْفٍ وَهُوَ يَنْفُخُ بِكِيرِهِ قَدْ امْتَلَأَ الْبَيْتُ دُخَانًا فَأَسْرَعْتُ الْمَشْيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا أَبَا سَيْفٍ أَمْسِكْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَمْسَكَ فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّبِيِّ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ وَقَالَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ فَقَالَ أَنَسٌ لَقَدْ رَأَيْتُهُ وَهُوَ يَكِيدُ بِنَفْسِهِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَدَمَعَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَاللهِ يَا إِبْرَاهِيمُ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ» (صحیح مسلم:2315)

”رات میرے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی میں نے اس لڑکے کا نام اپنے باپ سیدنا ابراہیم کے نام پر رکھا پھر آپ نے وہ لڑکا ام سیف کو دے دیا جو کہ ایک لوہار کی بیوی تھی اور اس لوہار کو ابو سیف کہا جاتا تھا (ایک دن) آپ ﷺ ابو سیف کی طرف چلے اور میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا۔ جب ہم ابو سیف کے ہاں پہنچے تو وہ اپنی لوہے کی بھٹی دھونک رہے تھے اور ان کا گھر دھوئیں سے بھرا ہو تھا تو میں نے جلدی جلدی رسول اللہ ﷺ سے پہلے جا کر اس سے کہا اے ابوسیف ٹھہر جاؤ رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں تو وہ ٹھہر گئے نبی ﷺ نے بچے کو بلایا اور اسے آپ ﷺ نے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور آپ ﷺ نے وہ فرمایا: جو اللہ نے چاہا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بچے کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دم توڑ رہا ہے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

” آنکھیں اشک آلود ہیں اور دل غمزدہ ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے کہ جس سے ہمارا رب راضی نہ ہو اللہ کی قسم! اے ابراہیم! ہم تیری وجہ سے غمزدہ ہیں۔“

☆☆☆

حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی دادی سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی ہاشمیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے تایا ابو طالب کی اہلیہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

سیدہ فاطمہ بنت اسد پہلے پہل ہجرت کرنے والی خواتین میں شامل تھیں۔ وہ پہلی ہاشمی خاتون تھیں جس نے ہاشمی بچے کو جنم دیا۔

طالب، عقیل، جعفر اور علی ان کے بیٹے جبکہ ام ہانی، حمانہ اور ریطہ ان کی بیٹیاں تھیں۔

ان کی یہ تمام اولاد سردار ابو طالب سے ہوئی تھی۔

سردار ابو طالب نے آپ ﷺ کی کفالت کا ذمہ لیا تو سیدہ فاطمہ بنت اسد نے آپ کی پرورش اور دیکھ بھال کے سلسلے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

انہیں سیدہ ام ایمن کے بعد آپ کی دوسری دایا ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

ابو طالب کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ بنت اسد کو اسلام کے لیے شرح صدر عطا فرمائی تو وہ اسلام لے آئیں اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر گئیں۔

نبی کریم ﷺ آپ سے بڑی محبت کرتے تھے، آپ اکثر ان سے ملنے جاتے اور ان کے ہاں قیلولہ بھی کرتے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی پر وہ بہت خوش تھیں اور شادی کے بعد وہ ان کے ساتھ رہتی تھیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا سے عرض کی:

” اگر آپ پانی بھرنے اور گھر کے باہر کے کاموں کی ذمہ داری اٹھا لیں اور فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ گھر میں آٹا پیسنے اور آٹا گوندنے کا کام سنبھال لیں تو بڑا اچھا ہو جائے۔“ (المعجم الکبیر للطبرانی:24/353)

سیدہ فاطمہ بنت اسد بخوشی رضامندی ہو گئیں۔

سیدہ فاطمہ بنت اسد ایک جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ خیر البشر نے ان کے ہاں پرورش پائی تھی اور وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وہ والدہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی ساس ہونے کے منتخب فرمایا۔

وہ ایک عالمہ اور حدیث رسول کی راویہ بھی تھیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت کر کے انہیں بڑی مسرت ملتی تھی۔

انہوں نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں وفات پائی۔

☆☆☆

قائد کون؟ قوم کے رہنما ور ہبر کو قائد کہا جاتا ہے، عرف عام میں یہ لفظ "لیڈر" سے مشہور ہو گیا ہے جو قوم کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے، سیاسی و سماجی زندگی میں لوگ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں، مذہبی اصطلاح میں اسے "امیر" کہتے ہیں اور جمہوری اصطلاح میں "صدر" کہتے ہیں، بس فرق صرف اتنا سا ہے کہ "امیر" تادم حیات ہوتا ہے، یا وہ خود سبکدوش نہ ہو جائے اور امیر شوریٰ کا منتخب شدہ ہوتا ہے۔

اور صدر پانچ سالہ منتخبہ ہوتا ہے۔ فی زمانہ مسلمانوں کا کوئی متحدہ امیر نہیں ہے بلکہ دینی جماعتوں کے صدور امیر کہلائے جانے لگے اور یہ شرعی امیر نہیں ہوتے، بعض علاقوں میں موروثی امارتیں قائم ہیں جو شرعی نہیں ہوتیں بلکہ یہ طرز ملوکیت ہے، جمہوری ملکوں میں امیر وصدر کے علاوہ کونسلر، ایم یل اے، ایم پی، ایم یل سی، زیڈ پی ٹی سی، ایم پی ٹی سی، وزیر سبھی قوم کے نمائندے تصور کئے جاتے ہیں جو قوم کا ووٹ لیکر منتخب ہوتے ہیں۔ جو بھی مسلمان قوم کا رہبر ورہنما اور نمائندہ بن جاتا ہے، اس کے لئے شریعت اسلامیہ رہنمائی کرتی ہے اور وہ شریعت کے اصول وضوابط کا پابند ہوتا ہے۔ اگر کوئی بھی مسلمان قائد یہ سمجھتا ہے کہ وہ رقم خرچ کر کے منصب حاصل کیا ہے اور اس پر قوم کی ذمہ داریاں اس طرح عائد نہیں ہوتیں، جیسے امیر المسلمین پر عائد ہوتی ہیں تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ سب سے پہلے وہ مسلمان ہے، لہٰذا وہ شریعت کا مکلف ہو گا اگر کوئی بھی مسلمان قائد، لیڈر، نیتا شریعت کی پابندی نہیں کرتا اور انسانی حقوق اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرتا تو وہ عند اللہ مسئول رہے گا، اس ضمن میں جو تعلیمات رسول اللہ ﷺ نے دی ہیں، اسے بیان کرنا ضروری ہے۔

ہر مسلمان قائد رہنما اور رہبر کو یہ جاننا ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَلَا وَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيْرُ الَّذِى عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَمَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ »

" خبر دار سن لو! تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا (یعنی ماتحت لوگوں) کا نگہبان ہے اور قیامت کے دن اپنی رعایا سے متعلق باز پرس ہوگی، لہٰذا امیر جو لوگوں کا حاکم ہو وہ نگہبان ہے اس سے ان کے متعلق باز پرس ہوگی۔" (سنن ابوداؤد 2928)

قومی قائد کی ذمہ داری: اس حدیث شریف میں امیر، بادشاہ، صدر، کونسلر، ایم ایل اے، ایم پی، ایم یل سی، وزیر سب شامل ہیں، جو کسی نہ کسی طرح قوم کی نمائندگی کرتے ہیں، اس ضمن میں وہ سب لوگ آجائیں گے جو قوم اور سماج کے نام پر خدمت خلق کی سوسائٹیاں اور ٹرسٹ چلاتے ہیں، وہ ایک طرف جمہوری نظام کے پابند ہیں تو دوسری طرف شریعت اسلامیہ کے بھی پابند ہیں، وہ یہ نا سمجھیں کہ وہ صرف جمہوری نظام کے پابند ہیں کیونکہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہیں، انہیں کسی نہ کسی طریقے سے انسانیت کی خدمت کا موقع میسر آیا ہے، عمومی طور پر عوامی منتخبہ نمائندے عوام کی حاجات کی تکمیل میں کوتاہی اور سست روی اختیار کرتے ہیں، وہ عوام سے ان کی تکالیف پر استفسار کرنا ضروری نہیں سمجھتے یا وہ عوام کو تسلی بخش جواب دینا مناسب نہیں سمجھتے انہیں یہ اچھی طرح جاننا چاہئے کہ اللہ کے پاس ان کی سخت مسئولیت ہوگی، ایسے عوامی نمائندوں کو چاہئے کہ وہ اس حدیث کو اپنے پیش نظر رکھیں۔ حضرت ابو مریم ازدی کہتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انہوں نے کہا: "بڑے اچھے (وقت پر) آئے میں نے کہا: میں آپ کو رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ایک حدیث سناتا ہوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «مَنْ وَلَّاهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ شَيْئاً مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمُ احْتَجَبَ اللهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتَهُ وَفَقْرِهِ »

" جسے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کاموں میں سے کسی کا ذمہ دار بنائے پھر وہ ان کی ضروریات اور ان کی محتاجی و تنگ دستی کے درمیان رکاوٹ بن جائے تو اللہ اس کی ضروریات اور اس کی محتاجی و تنگ دستی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔" یہ سنا تو حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مقرر کر دیا جو لوگوں کی ضروریات کو سنے اور اسے پورا کر دے۔ (سنن ابوداؤد: 2948/3728)

آج مسلم امت کی زبوں حالی کی جو صورت حال ہے، دراصل قائدین کی غفلت اور لاپرواہی کا نتیجہ ہے، بے روزگاری عام ہے، جس کے سبب نوجوان نسل چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت گری جیسی وارداتیں انجام دے رہی ہیں، ملازمتیں نہ ملنے کے سبب تعلیم یافتہ نوجوان نچلے درجے کے کام اختیار کئے ہوئے ہیں

،شعور کا فقدان ہونے کے سبب غریب طبقہ اپنی اولاد کو تعلیم دلانے سے قاصر ہے، مساجد میں بیت المال کا نظام قائم نہ ہونے کے سبب غیر مسلم رہن سنٹرز قائم کئے ہوئے ہیں اور سودی بازار عروج پر ہے، جہاں ظلم و ستم کے ساتھ ساتھ مسلم خواتین کی عصمت لوٹی جارہی ہے، فاقہ کشی کے سبب خواتین جسم فروشی کا پیشہ اختیار کی ہوئی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ قائدین، رہنماور ہبران حالات سے ناواقف و نا آشنا ہیں، چاہے وہ دینی رہنماء و پیشواؤں یا سیاسی قائدین سب ملت کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں۔ دراصل یہ لوگ اللہ کے ڈر سے بے خوف ہو چکے ہیں، تقاریر وخطابات جمعہ و اجتماعات کی شعلہ بیانی سے انقلاب و تبدیلی نہیں آئے گی بلکہ میدان عمل کی ضرورت ہے۔

اطاعت امیر کے حدود: امیر، صدر اور قائد طاقت و قوت اور بالا دستی اور عوامی تائید کا دھونس جما کر لوگوں سے اپنے افکار و نظریات منوانے میں لگے ہوئے ہیں، چاہے وہ صحیح ہوں یا غلط عوام کو ماننے پر مجبور کرواتے ہیں، انہیں خوف زدہ کیا جاتا ہے، جو بھی آدمی حق کہتا ہے یا حق کی آواز اٹھاتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے، اس سے کہا جاتا ہے کہ امیر کا فیصلہ ہے، ماننا پڑے گا؟ صدر کا فیصلہ ہے ماننا پڑے گا ؟ قائد کا فیصلہ ہے ماننا پڑے گا! اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادت کو پیش نظر رکھنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ ، مَالَمْ يُوْمَرِ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ »"مسلمان آدمی پر امیر کی بات ماننا اور سننا لازم ہے، چاہے وہ پسند کرے یا نہ کرے، جب تک کہ اسے کسی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے، جب اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے اور نہ ماننا۔" (سنن ابو داؤد:2626)

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ہے، حضرت ابو التراب علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ» "اللہ عزوجل کی جہاں نافرمانی ہوتی ہو وہاں مخلوق کی اطاعت و تابعداری نہیں کی جاسکتی۔" (مسند احمد:12116؛شرح السنۃ:3696)

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

«لا طَاعَةَ لِمَنْ لَمْ يُطِعِ اللهَ»

"جو اللہ کی اطاعت نہیں کرتا، اس کی بھی اطاعت نہیں کی جائے گی۔" (فیض القدیر:9901)

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ایک امیر (جن کا نام عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ تھا اور بعض نے کہا کہ علقمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ تھا) کا واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو التراب علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا اور ایک آدمی کو اس کا امیر بنایا اور لشکر کو حکم دیا کہ اس کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔ اس آدمی نے آگ جلائی اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس میں کود پڑیں، لوگوں نے اس میں کودنے سے انکار کر دیا اور کہا: ہم آگ ہی سے بھاگے ہیں اور کچھ لوگوں نے اس میں کودنا چاہا، جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ دَخَلُوْهَا ، أَوْ دَخَلُوْا فِيْهَا ، لَمْ يَزَالُوْ فِيْهَا»"اگر وہ اس میں داخل ہو گئے ہوتے تو ہمیشہ اسی میں رہتے۔"

اور فرمایا: «لَاطَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ»

"اللہ کی معصیت و نافرمانی میں کسی کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں، اطاعت تو بس نیکی کے کام میں ہے۔" (سنن ابوداؤد:2625)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا: سنو ہم نے عرض کیا: "یقینا ہم نے سنا" (اس طرح آپ نے تین مرتبہ فرمایا، جب سب لوگ متوجہ ہو گئے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بلا شک وشبہ میرے بعد امراء ہوں گے، تم ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرنا اور نہ ہی ان کے ظلم پر ان کی اعانت کرنا، کیونکہ جس نے ان کے جھوٹ کو سچ قرار دیا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کی وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں آئے گا۔" (صحیح ابن حبان 279 ؛ تخریج کتاب السنۃ: 757 صحیح)

ذکر کردہ تمام احادیث سے اس بات کی تعلیم ملتی ہے کہ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے کاموں میں امیر، صدر، قائد کی بات مانی جائے گی لیکن اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کے کاموں میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ غور کرو آج دینی جماعتوں میں انتشار مسلم قائدین کے اختلافات اس نافرمانی کا حصہ ہیں، مدارس، مساجد، مکاتب میں کتنی خونریزیاں ہو چکی ہیں دین اور اطاعت کے نام پر نفوس قدسیہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر انگشت نمائی کی جارہی ہے اور زبان لن ترانی دراز کی جارہی ہے اور کروائی جارہی ہے، مساجد پر حملے کروائے جارہے ہیں، سوشل میڈیا پر عزت ریزی کروائی جارہی ہے، غریب عوام پر ظلم و ستم کروایا جارہا ہے، اسلام کی دعوت و تبلیغ کی ذمہ داریاں ادا کرنے والے داعی و داعیات مرد وخواتین کو ڈرایا اور دھمکایا جارہا ہے اور ان پر بے جا ناجائز مقدمات درج کروائے جارہے ہیں، یہ سب رہبروں اور رہنماؤں کے اشاروں پر ہورہا ہے۔ چاہے وہ مذہبی رہنما ہوں یا سیاسی بازیگر، لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں چاہے وہ عالم

دین ہو یا مفتی، علامہ ہو یا کوئی بھی قائد ور ہنما، ان کے اشاروں پر نہ ناچیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو اپنے پیش نظر رکھیں۔

قیادت وسیادت وبال جان: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں جوابد ہی کا ڈر وخوف ہر وقت رکھنا چاہئے، چونکہ یہ دنیا عارضی ہے، نہ جانے موت کب آجائے اور اللہ کے ہاں کوئی معاون ومددگار نہ ہوگا، اسی لئے عہدوں کی طلب، مناصب کی خواہش نہیں رکھنی چاہئے، بعض احباب میں عہدوں و مناصب کی خواہش بہت زیادہ ہوتی اور اس کے حصول کے لئے وہ جنگ وجدال سے کام لیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے انہیں عزت و وقار نصیب ہوگا۔ حالانکہ بات ایسی نہیں ہے بلکہ اس سے دوری اختیار کرنا چاہئے چونکہ یہ دنیا میں عوام الناس کے روبرو اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو سخت جوابد ہی کا معاملہ ہے، اس ضمن میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

« يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بن سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِذَا أُعْطِيْتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وَكِلْتَ فِيْهَا إِلَى نَفْسِكَ، وَإِنْ أُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا» "اے عبد الرحمن بن سمرۃ! امارت واقتدار کی طلب نہ کرنا کیونکہ اگر تم اسے مانگ کر حاصل کروگے تو تم اس معاملے میں اپنے نفس کے سپرد کر دئے جاؤ گے اور اگر وہ بن مانگے ملی تو اللہ کی توفیق و مدد تمہارے شامل حال رہے گی۔" (سنن ابوداؤد:2929؛ صحیح بخاری:6722)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الإِمَارَةِ ، وَإِنَّهَا سَتَكُوْنُ نَدَامَةً وَحَسْرَةً فَنِعْمَتِ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الفَاطِمَةُ »

" عنقریب تم لوگ امارت واقتدار وسرداری کی حرص کروگے اور بلاشبہ یہ قیامت کے دن ندامت وشرمندگی اور حسرت وافسوس کا سبب ہوگی، یہ دودھ پلاتے اچھی لگتی ہے اور دودھ چھڑاتے ہوئے بری محسوس ہوتی ہے (یعنی اس کی ابتداء اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن انجام برا ہوگا۔)" (سنن نسائی:4216)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو کسی سریہ کا امیر بنایا، وہ چلا گیا، جب وہ واپس آیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا تم نے امارت (سرداری، امیری) کو کیسا پایا؟ اس نے کہا: میں دوسروں کی طرح تھا، جب میں سوار ہوتا تو وہ بھی سوار ہو جاتے اور جب اترتا تو وہ بھی اتر جاتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ صَاحِبَ السُّلْطَانِ عَلَى بَابِ عَنَتٍ إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ»

"یقیناً صاحب سلطنت شخص غلطی و معصیت کے دروازے پر ہوتا ہے، مگر جسے اللہ عزوجل بچالے۔" اس آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی بھی نہ آپ کے لئے اور نہ کسی دوسرے کے لئے ایسا کام کروں گا۔ نبی کریم ﷺ اتنا ہنسے کہ آپ کے داڑھیں نظر آنے لگیں۔" (السلسلۃ الصحیحہ:75)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنْ شِئْتُمْ أَنْبَأْتُكُمْ عَنِ الإِمَارَةِ وَمَاهِيَ؟ أَوَّلُهَا مَلَامَةٌ ، وَثَانِيهَا نَدَامَةٌ ، وَثَالِثُهَا عَذَابٌ يَوْمَ القِيَامَةِ إِلَّا مَنْ عَدَلَ وَكَيْفَ يَعْدِلُ مَعْ أَقْرَبِيْهِ»(السلسلۃ الصحیحہ:1733)

" اگر تم چاہو تو میں تمہیں امارت (اقتدار وسرداری) کے بارے میں بتادوں کہ یہ کیا ہے؟ اس کا پہلا مرحلہ ملامت ہے، دوسرا مرحلہ ندامت ہے اور اس کا تیسرا مرحلہ قیامت کے دن عذاب ہے، سوائے اس شخص کے جس نے انصاف کیا، لیکن وہ اقرباء کی موجودگی میں انصاف کیسے کر سکتا ہے۔"

حضرات صحابہ طلب امارت سے بہت ہی دوری اختیار کرتے تھے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا آخری وقت چل رہا تھا تو صحابہ کی ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ " آپ کسی کو اپنے بعد امیر نامزد کر دیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"میں کس طرح یہ کام کر سکتا ہوں جبکہ مجھ سے پہلے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے یہ کام نہیں کیا اور نہ ان سے پہلے محمد ﷺ نے یہ کام کیا، تم ہی بتاؤ کہ میں کس کو امیر بناؤں؟ ہاں! اگر مغیرہ بن شعبہ کے غلام سالم زندہ ہوتے تو میں انھیں امیر بنادیتا! لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے فرزند ارجمند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیں (جو بڑے فقیہ ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "تم ایسے شخص کو امیر بنانے کی سفارش کر رہے ہو جسے طلاق دینا تک نہیں آیا، پھر فرمایا:"اگر امارت اچھی چیز ہے تو خطاب کے خاندان کا ایک آدمی اس سے مستفید ہو چکا ہے (اب دوسروں کو مستفید ہونے کا موقع دیا جائے) اگر امارت بری چیز ہے تو پھر خطاب کے خاندان کے سر یہ وبال کیوں لوں۔" اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو امارت سے بچایا۔

تمام خلفائے راشدین کو بنا طلب کئے ہوئے امارت حاصل ہوئی۔ ان میں سے کوئی بھی امارت کا خواہشمند نہیں تھا، عوام الناس نے انہیں تقویٰ، پرہیزگاری اور بزرگی کی بنیاد پر منتخب کیا، خلفائے راشدین کے بعد ملوکیت کا آغاز ہوا پھر دوبارہ امت مسلمہ کی قیادت وسیادت تبدیل ہوئی اور خاندانی سلسلہ ٹوٹا، بنامانگے اور طلب کئے جس شخص کے حصے میں امارت وقیادت آئی وہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تھے، جنہیں عمر ثانی کہا جاتا ہے، انہیں بھی تقویٰ و پرہیزگاری کے سبب منتخب کیا گیا تھا، امیر بنائے جانے کا علم وادارک تک انہیں نہ تھا۔ ان کے بعد پھر موروثی وراثت کا نہ ختم

ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔

ملت کو مشقت میں ڈالنے والے قائدین کے حق میں رسول اللہ ﷺ کی بددعا: امت مسلمہ کو مشقت و مشکلات سے دو چار کرنے والے امراء، صدور و قائدین کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے بددعا کی ہے اور امت مسلمہ کے ساتھ ہمدردی کرنے والے قائدین کے حق میں دعا بھی کی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (یہ دعا) فرمایا:

«اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ» "اے اللہ جو شخص میری امت کے کام میں کسی چیز کا ذمہ دار بنا پھر اس نے ان پر مشقت و سختی کی تو تو اس پر مشقت و سختی فرما اور جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا اور وہ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے تو اس کے ساتھ نرمی فرما۔" (صحیح مسلم: 4722)

اس حدیث شریف کے پیش نظر تمام قائدین کو چاہئے وہ علماء ہوں یا رہبر، مساجد کے ذمہ دار ہوں یا مذہبی جماعتوں کے رہبر، سیاسی قائدین ووزراء یہ جان لیں کہ انہیں اس بددعا کا مستحق بننا ہے یا دعا کا حقدار بننا ہے۔

مکار قائدین: اسی طرح وہ قائدین اور ہنماور ہبر، امراء، وسلاطین جنہوں نے قوم وملت اور رعیت کے ساتھ غداری و دھوکا دہی کی ہے، انہیں سخت تنبیہ کی گئی ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ فَاقٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ »

"کوئی بھی بندہ جسے اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا حاکم بنائے اسے جس دن موت آئے وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعیت کا دھوکہ دینے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔" (صحیح مسلم:4729؛ سلسلۃ الصحیحۃ:1782)

اسی طرح ایک اور حدیث میں اس طرح خبر دار کیا گیا ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:«مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيْحَةٍ إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةِ الْجَنَّةِ» "اللہ جس بندے کو کسی رعیت کا نگہبان بنائے اور وہ ان کے ساتھ خیر خواہی (بھلائی و ہمدردی) نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔" (متفق علیہ، مشکاۃ المصابیح:3687)

قائد عیب جوئی کا متلاشی نہ ہو: ملت اسلامیہ کے رہنماور ہبروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کا احترام کریں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کا احترام کرتے رہیں، باہمی کمزوریوں پر نظر نہ رکھیں، یہی معاملہ عوام الناس اور رعیت کے ساتھ بھی ہو ورنہ فساد وبگاڑ پیدا ہو جائیگا۔

حضرت ابوامامہ اور حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:«إِنَّ الْأَمِيرَ إِذَا ابْتَغَى الرِّيبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدَهُمْ » "جو حکمر ان لوگوں کے عیوب تلاش کرتا رہتا ہے تو وہ انہیں خراب کر دیتا ہے۔" (مشکوۃ المصابیح 3708؛ سنن ابوداؤد:3708)

اللہ تعالیٰ ہمارے قائدین، امراء، صدور اور تمام ذمہ داروں کو اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

مولانا ادریس مدنی گلاسگو کے والد حاجی محمد حبیب جوار رحمت میں

مایہ ناز خطیب مولانا محمد ادریس مدنی فاضل مدینہ یونیورسٹی کے والد محترم بقیۃ السلف حاجی محمد حبیب 90 سال کی عمر میں وزیر آباد، منظور آباد میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

پسماندگان میں 4 بیٹے اور 4 بیٹیاں شامل ہیں، مرحوم پابند شرع توحید وسنت کے علمبر دار تھے، مولانا محمد ادریس مدنی نے نماز جنازہ پڑھائی، تدفین کے بعد مولانا شعیب الرحمٰن اور مولانا محمد ادریس مدنی نے قبر پر دعا کی، تقریباً 60، 70 علمائے کرام شریک جنازہ تھے۔

جن میں مولانا ابراہیم محمدی، علامہ برق التوحیدی، مولانا عبد الصمد معاذ، ڈاکٹر عبد الغفور راشد اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر وغیرہ شامل تھے۔

تعزیت کرنے والوں میں ڈاکٹر محمد حماد لکھوی، مولانا مطیع الرحمٰن باجوہ، مولانا محمد ادریس شاہد، حافظ آصف نذیر وغیرہ شامل ہیں۔ اللہ نے ان کے پوتوں اور نواسوں میں 20 سے زائد حفاظ موجود ہیں، ان تمام کے حفظ مولانا مرحوم کا حصہ ہے۔

کئی مساجد کی تعمیر میں ان کا حصہ ہے، اللہ کے راستہ میں دل کھول کر مدد کرتے تھے۔

برطانیہ میں حاجی الطاف حسین رحمانی، برادر حافظ صہیب حسن مدنی، مولانا محمد ابراہیم میرپوری، مولانا عبد الہادی العمری، مولانا شعیب احمد میرپوری، قاری ذکاء اللہ سلیم، مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی، مولانا شیر خان جمیل احمد عمری، ڈاکٹر عبد الرب ثاقب اور بہت سے علمائے کرام وقائدین واحباب نے مولانا مدنی سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ کریم بزرگ کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور ان کی لغزشوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور متعلقین کو صبر جمیل بخشے۔ آمین یارب العالمین

اللہ عزوجل نے ماہ رمضان المبارک میں اپنے پاس بلا لیا۔

جب آیا تھا تو دنیا میں سب ہنستے تھے تو روتا تھا
بسر کر زندگی ایسی کہ سب روتے رہیں تو ہنستا ے جا

انبیا کے قتل کی سازش پر ایک اللہ کے ولی کی وصیت

﴿وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٠﴾ اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾

”اور اسی شہر کے پرلے کونے سے ایک شخص بھاگا ہوا آیا اور کہنے لگا، اے قوم! ان رسولوں کی پیروی کر لو ان کی پیروی کر لو جو تم سے اجرت کا سوال نہیں کرتے اور سیدھی راہ پر ہیں۔“ (سورۃ یاسین: 20-21)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب انطاکیہ والوں پر دو رسولوں کو بھیجا تو وہ لوگ ان کا انکار کئے اور ان پر ایمان نہیں لائے تو اللہ نے تیسرے رسول کو بھیجا تا کہ ان کی باتوں میں تقویت ہو اور وہ لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں مگر ان لوگوں نے اُس تیسرے رسول کے بھی منکر ہو گئے اور توحید کو قبول نہیں کئے تو ایک شخص جو شہر کے کنارے رہتا تھا اُسے اس واقعہ کی خبر ملتے ہی وہ دوڑتے ہوئے اس نبی کے پاس آیا، اس کا نام حبیب بتایا جاتا ہے یہ ریشم بنایا کرتا تھا، بے چارہ جذام کا مریض تھا، سیدھی سادھی زندگی گزارتا تھا، اپنی آدھی کمائی اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیتا تھا۔ (سیرت ابن اسحاق)

اس نے کہا، ان رسولوں کا کہا مان لو یہ تمہارے پاس خیر و برکت لے کر آئے ہیں، تم ان مخلص رسولوں کی پیروی کرو، جو تم سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے ہیں اور جس کی دعوت دے رہے ہیں، توحید کی وہ سیدھی راہ ہے تم دنیا میں بھی پھلوگے اور پھولوگے۔

﴿وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ0 وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ 0 أَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ 0 إِنِّي إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ 0 إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ﴾ (سورۃ یاسین: 22-25)

”میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا، اور تم سب اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے، کیا میں اسے چھوڑ کر ایسے معبود بنالوں گے، اگر مہربان اللہ مجھے کوئی دکھ پہنچانا چاہے تو مجھے ان کی سفارش کچھ بھی کام نہ دے گی اور نہ وہ مجھے اس سے چھڑا سکیں، پھر تو میں واقعی کھلی گمراہی پر ہوں، میں تو تمہارے رب پر ایمان لا چکا، کان کھول کر سن لو۔“

اللہ کے ولی حبیب نے سب کے سامنے توحید کا اقرار کیا اور کہا، مجھے توحید سے کون روک سکتا ہے، میں تو ایک اللہ کی عبادت کروں گا، جس نے مجھے پیدا کیا، اگر مجھے کوئی نقصان پہنچائے تو یہ بت میرے کچھ کام نہیں آسکتے اور نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، اگر میں سچے اللہ کو جھٹلا کر معبودان باطلہ کو اپنالوں یا کھلی گمراہی میں ہوں گا، اس اللہ کے ولی نے رسولوں کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ تم جس معبود کی طرف بلاتے ہو، میں نے تمہاری بات مان کر اس معبود حقیقی پر ایمان لے آیا ہوں، تم میرے یمان کے گواہ رہنا۔ (ابن جریر)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب اس اللہ کے ولی نے، اسلام لانے کا اقرار کیا تو کفار و مشرکین اس اللہ کے ولی پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ پیچھے سے اس کی آنتیں نکل گئیں اور وہ شہید ہو گیا۔ کسی نے بھی اس کی حمایت نہیں کی۔

﴿قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ﴾ (سورۃ یاسین: 26)

”اس سے کہا گیا کے جنت میں داخل ہو جاؤ، بولا کاش میری قوم کو بھی معلوم ہو جاتا کہ مجھے میرے پر ورد گار نے بخش دیا اور عزت عطا فرمائی اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر کوئی آسمانی لشکر نہیں اُتارا اور نہ ھم اس طرح اتارا کرتے ہیں وہ تو ایک گرج دار چیخ تھی کہ یکایک سب بجھ کے بجھے رہ گئے (مر گئے)۔“

اللہ کے ولی (حبیب نجار) کی شہادت! حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان کی شہادت کے بعد اللہ نے ان سے فرمایا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، وہاں ان کا اکرام کیا گیا اور نعمتوں سے نوازا اور ان کے دکھ درد بیماریاں جو دنیا میں لاحق تھیں وہ ختم ہو گئیں اور راحت اور آرام نصیب ہوا، تو اسی ولی اللہ نے جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی یہ آرزو و منا کرتا رہا کہ کاش میری قوم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ نے مجھے کتنی عزت اور نعمتوں سے نوازا ہے، کاش وہ بھی ایمان لے آتے تو مجھ جیسی نعمتیں انہیں بھی نصیب ہوتی۔ یعنی وہ شخص زندگی میں بھی ان کا خیر خواہ تھا اور مرنے کے بعد بھی ان کا ہمدرد تھا۔

تکذیب انبیاء اور اللہ کے ولی کی شہادت کے بعد انطاکیہ پر اللہ کا عذاب آیا

جب بستی والوں نے اس موحد کو شہید کر دیا، تو اللہ تبارک و تعالیٰ کوئی بڑا عذاب نہیں بھیجا بلکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے شہر کے چوکھٹ پکڑ کر ایک خوفناک چیخ ماری کہ جس سے سب کے سب فنا کے گھاٹ اتر گئے۔ ممکن ہے، انطاکیہ نام کے دو مقام

ہوں، چونکہ ایک نام جو انطاکیہ سے تاریخی اعتبار سے اس پر عذاب نہیں آیا، ممکن ہے کہ دوسرا مقام اسی نام کا ہو اور وہاں عذاب آیا ہو۔

آل فرعون کا ایک مؤمن اللہ کا ولی جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں توحید کا اعلان کیا کر دیا!

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ 0 إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ 0 فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ۚ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ 0وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۖ إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ 0 وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُم مِّن كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾

"یقین مانو ہم نے موسیٰ کو فرعون اور قارون کی طرف اپنی نشانیوں کے اور ظاہر غلبہ کے ساتھ بھیجا، انہوں نے کہا یہ جادوگر ہے اور جھوٹا ہے پھر جب وہ ان کے پاس سے ہمارے پاس سے حق لائے تو انہوں نے کہا جو اس پر ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کا مکر برباد ہو کر ہی رہتا ہے، فرعون بولا، مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو اسے اپنے رب کو بلا لینا چاہیے، مجھے موسیٰ سے ڈر ہے کہ موسیٰ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا ملک میں فساد مچائے گا، موسیٰ بولے میں نے ہر مغرور سے جس کا جزا کے دن پر ایمان نہیں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لی۔" (سورۃ المؤمنون: 23-27)

جب موسیٰ علیہ السلام واضح اور روشن دلیلیں لے کر آئے کہ اللہ نے مجھے رسول بنایا ہے اور تمہاری طرف بھیجا ہے تو فرعون نے یہ قانون بنا دیا کہ اسرائیلوں کے بچے قتل کر دیئے جائیں اور بچیاں زندہ رکھی جائیں، یہ قانون دوسری مرتبہ بنا، موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے پہلے فرعون نے اپنے خواب کی تعبیر سے ڈر کر ایسا ہی حکم دیا تھا، اب آپ کے نبی بنائے جانے کے بعد پھر دوبارہ یہی قانون نافذ کیا اور علی الاعلان اپنے درباریوں سے کہا کہ آج مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ شرمناک خبر پہنچی، تو آپ نے فرمایا کہ میں اس جیسوں کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اللہ کے آخری نبی کو جب کسی قوم کا ڈر ہوتا تو یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

اللّٰهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ (مسند احمد)

"اللہ ہم تجھ کو ان کے مقابلہ میں کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔"

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ ۖ وَإِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ۖ وَإِن يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ 0 يَا قَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فِي الْأَرْضِ فَمَن يَنصُرُنَا مِن بَأْسِ اللَّهِ إِن جَاءَنَا ۚ قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾ (سورہ غافر: 28-29)

جس شخص نے اپنا ایمان بچایا تھا، وہ قبطی تھا اور فرعون کے خاندان کا تھا اور فرعون کا چچازاد بھائی تھا، یہی شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پا گیا تھا۔ کیونکہ فرعون اس کی بات سے متاثر ہوا اور غور وفکر کر کے قتل موسیٰ سے باز رہا، لیکن اگر اسرائیلی ہوتا تو فرعون اس کے کہنے سننے سے کیوں اپنے ناپاک عزم سے رکتا بلکہ موسیٰ کے ساتھ اسے بھی سزا دلواتا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ موسیٰ پر قبطیوں میں سے بجز اس شخص کے اور اس شخص کے جس نے کہا تھا کہ سردار آپ کے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں، آپ یہاں سے بھاگ جائیں، میں آپ سے ہمدردی کے طور پر کہہ رہا ہوں اور فرعون کی بیوی کے کوئی اور ایمان نہیں لایا۔ (ابن ابی حاتم)

یہ مسلمان تھے اور اپنی قوم سے ایمان چھپائے ہوئے تھے، جب فرعون نے دربار میں کہا، مجھے موسیٰ کو قتل کرنے دو تو ان کی ایمانی غیرت جوش میں آئی اور اللہ کی رضا کے لئے فرعون سے یہ بات کہی، سب سے بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق گوئی ہے، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ (سورۃ المومن 29-28؛ تفسیر السراج المنیر تلخیص تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک دفعہ آپ ﷺ صحن کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ کے گلے میں اپنی چادر ڈال کر اُسے پیچھے سے بل دینے لگا، جس سے آپ ﷺ کا گلہ گھٹنے لگا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی گستاخی پر غصہ آیا، انہوں نے دھکا دے کر اسے دور کیا اور اس آیت ﴿أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ﴾ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرو گے جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس اپنے رب کے پاس سے روشن دلیلیں بھی لے کر آیا ہے۔" کی تلاوت فرمائی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایسے موحد و مؤمن شخص کی حق گوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تائید پر فرعون

اس وقت اپنے ارادہ سے باز آگیا اور اس قبطی موحد ومؤمن کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا اس کے تعلق سے قرآن خاموش ہے۔

سورۃ البروج میں بھی ہے کہ ایمان لانے والوں کو آگ کے گڑھے میں ڈال کر زندہ جلا دیا گیا۔! ان کا قصور یہ تھا کہ

﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾

"انہوں نے مسلمانوں میں کوئی خرابی نہیں پائی، بجز اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو بے حد قابل تعریف ہے۔"

یہ حقیقت ہے کہ ہر زمانے میں ایک اللہ پر ایمان لانے والے موحدین کو اذیتیں دی گئیں:

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

☆☆☆

طریق دعوت

ہے وہ کامیاب دعوت، ہے وہ کام گارِ دعوت
جو ہے بے قرار دعوت جو ہے جاں نثار دعوت
یہی فرضِ منصبی ہے یہی شانِ بندگی ہے
ہو ہر ایک مرد مومن کو عزیز کار دعوت
نہ کبھی یہ رُک سکے گا نہ کبھی یہ تھم سکے گا
کہ وہ سیلِ بے کراں ہے جو ہے جوئے بار دعوت
جو جگر کا خون دے کر اسے سینچتے رہے ہم
تو چمن میں کیوں نہ آئے کبھی پھر بہار دعوت
نہ تو دارِ حرب ہی ہے نہ تو دارِ ضرب ہی ہے
یہ دیار بند اپنا ہے زبسکہ دار دعوت
کبھی شعلہ وہ بنے گی کبھی روشنی بھی دے گی
جو کسی کے دل میں کچھ بھی ہو نہاں شرار دعوت
ہو جہاں لحاظ حکمت ہو وہیں زبان شیریں
ہے یہی طریق دعوت ہے یہی شعار دعوت
کبھی خارزار ہوگی کبھی شعلہ بار ہوگی
نہیں سیج وہ گلوں کی جو ہے رہ گزار دعوت
جو ہو سعی و جہد کامل جو خلوص بھی ہو شامل
نہ ہو کیوں مدام روشن رخ تاب دار دعوت
چلو مل کے سب اُٹھائیں چلو مل کے سب سنبھالیں
ہے بہت گراں اگر چہ یہ متاعِ بار دعوت
ہو جہاں لحاظ حکمت ہو وہیں زبان شیریں
وہ ابولبیاں یقیناً ہے یہ کاروبار دعوت

مولانا ابولبیان حمادؔ

☆☆☆

محرم الحرام کا روزہ

محرم الحرام کا مہینہ عظمت والا اور بابرکت مہینہ ہے۔ اسی ماہ مبارک سے ہجری سال کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس مہینے کو اللہ کا مہینہ کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مہینہ اور ہجری کیلنڈر کا مقصد اس مہینے کی عظمت ظاہر کرنا ہے۔ سال کے 12 مہینے ہیں جن میں سے چار حرمت والے ہیں، جن میں سے 3 مسلسل ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجۃ، اور محرم، اور چوتھا رجب کا مہینہ ہے۔

حرمت والے ان مہینوں کی حرمت کی وجہ سے ان مہینوں میں گناہ کا ارتکاب بھی زیادہ گناہ کا باعث بنتا ہے اور ان میں اعمال صالحہ کرنا بھی عظیم اجر وثواب کا باعث بنایا۔

محرم کو محرم اس لیے کہ جاتا ہے کہ یہ حرمت والا مہینہ ہے اور اس کی حرمت کی تاکید کے لیے اسے محرم کا نام دیا گیا ہے۔

رمضان المبارک کے بعد افضل ترین روزے اللہ تعالیٰ کے مہینہ محرم الحرام کے روزے ہیں۔

آپ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسکا حکم دیا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہود ونصاریٰ بھی 10 محرم کی تعظیم کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"جب آئندہ سال آئے گا تو ان شاء اللہ ہم 9 محرم کا روزہ بھی رکھیں گے۔"

یوم عاشوراء 10 محرم کو کہا جاتا ہے اس دن کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: " مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔"

نبی ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ روزہ کیوں رکھتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: "اس لئے کہ یہ خوشی کا دن ہے، اس دن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دشمن سے نجات دلائی تھی، تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کیساتھ تم سے زیادہ تعلق رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا، اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔"

اس مبارک و حرمت والے مہینے میں ہمیں زیادہ سے زیادہ ذکر و اذکار اور نفلی عبادات کا اہتمام کرنا چاہئے۔

☆☆☆

اہل بیت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: " ایک دن نبی کریم ﷺ پر سیاہ بالوں کی بنی چادر تھی۔ اتنے میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے، آپ نے ان کو اس چادر میں داخل فرمالیا، پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی داخل فرما لیا، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے انہیں بھی داخل فرمالیا۔ پھر فرمایا:" اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ہر بری چیز دور فرما کر تمہیں خوب پاک صاف کردے۔" (صحیح مسلم:2424)

نماز میں کندھوں کو ڈھانپنے کا حکم

حدیث نمبر:113

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عَنْه قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «لا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، لَيْسَ عَلَى عَاتِقِهِ مِنْهُ شَيْءٌ».

(رواه البخاري، كتاب الصلاة، باب إذا صلى في الثوب الواحد فليجعل على عاتقيه، برقم 359، ومسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة في ثوب واحد، وصفة لبسه، برقم 516)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے اس حال میں کہ اسکے کندھے پر اس (کپڑے) میں سے کچھ نہ ہو۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی:

1: لا يُصَلِّي :نہ نماز پڑھے۔

1 - الثَّوْبُ الْوَاحِدُ :ایک کپڑا۔

2 - عَاتِقُ :کندھا۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:

1۔ مرد کے لیے نماز کے دوران کندھوں کو کپڑے سے ڈھانپنا فرض ہے یہ حکم ہر نماز اور ہر طرح کے نمازی کے لیے ہے طواف کے بعد دو رکعت اور دوران طواف فرض نماز کے لیے بھی۔

2۔ نماز کے علاوہ مرد ضرورت کے مطابق اپنے کندھے ننگے رکھ سکتا ہے۔ کندھے ستر میں نہیں ہیں ۔

3۔ نماز کے لیے اچھا لباس پہننا مستحب ہے۔ البتہ کپڑے کم ہوں مثلاً غربت وغیرہ کی وجہ سے ایک ہی چادر وغیرہ ہو تو اس کا کچھ حصہ اپنے کندھوں پر ڈالنا ضروری ہے لیکن اگر کپڑا اتنا چھوٹا یا تنگ ہو جس سے صرف ناف سے گھٹنوں تک کو ڈھانپا جا سکتا ہے تو پھر اسی حصے کو ڈھانپا جائے گا البتہ بڑا کپڑا ہونے کی صورت میں مرد کے لیے کندھے ڈھانپنے واجب ہیں۔ عورت کے لیے پورے سر تا پاؤں کو ڈھانپنا ضروری ہے سوائے چہرے اور ہاتھوں کے لیکن وہ اگر غیر محرموں کے سامنے نماز پڑھے تو پھر چہرے اور ہاتھوں کو کپڑے سے چھپانا ضروری ہے۔ مزید یہ کہ مرد کو نماز اور نماز کے علاوہ سر ڈھانپنے کا حکم نہیں ہے البتہ اس میں عرف کا اعتبار ہے شرعاً فرض نہیں ہے اور نہ ہی مرد کا ننگے سر ہونا مکروہ یا حرام ہے۔ اور ٹخنے نماز اور نماز کے علاوہ عام حالات میں بھی ننگے رکھنے کا حکم ہے جراب، موزے اور جوتوں سے ٹخنوں کا ڈھانپنا شامل نہیں ہے بلکہ یہ حکم تہ بند، شلوار، پاجامہ اور پتلون وغیرہ کے لیے ہے۔۔۔

4۔ ہر شخص کو ہر وقت مناسب اور اچھا لباس پہننا چاہیے خصوصاً نماز میں کیونکہ نماز میں بندہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور سرگوشی کرتا ہے اس کی دلیل یہ قول بھی ہے کہ حضرت نافع رحمہ اللہ کسی کام میں مشغولیت کی وجہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے تو نماز کے بعد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں دو کپڑے نہیں دیئے تھے؟ نافع نے کہا: جی ہاں! ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر میں تمہیں ایک کپڑے میں باہر بھیجوں تو چلے جاؤ گے؟ نافع نے کہا: نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا اللہ اس کا مستحق ہے کہ اس کے لئے زینت اختیار کی جائے یا لوگ؟ نافع نے کہا:

اللہ، پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ (یا عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: «إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ثَوْبَيْنِ فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا...» اگر تم میں سے کسی کے پاس دو کپڑے ہوں تو ان میں نماز پڑھے [التمہید 6/371 وسندہ صحیح]

حدیث نمبر:114

کتاب الصلاۃ۔ لہسن اور پیاز کے متعلق

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عَنْه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : «مَنْ أَكَلَ ثُوماً أَوْ بَصَلاً، فَلْيَعْتَزِلْنَا — أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا — وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ»، وَأُتِيَ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِن بُقُولٍ، فَوَجَدَ لَهَا رِيحاً. فَسَأَلَ عَنْها؟ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ، فَقَالَ : «قَرِّبُوهَا» — إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كان معه — فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا، قَالَ : «كُلْ، فَإِنِّي أُنَاجِي مَن لا تُنَاجِي».

رواه البخاري، كتاب الأذان، باب ما جاء في الثوم النيئ والبصل والكراث، برقم، 855، ومسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب نهي من أكل ثوماً وبصلاً أو كراثاً أو نحوها، برقم 73- (564)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی

کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے لہسن یا پیاز کھایا تو وہ ہم میں سے الگ رہے یا فرمایا مسجد سے الگ رہے اور وہ اپنے گھر میں بیٹھے. آپ کے پاس ایک ہنڈیا لائی گئی جس میں مختلف سبزیاں پکائی گئی تھیں آپ نے اس میں بو محسوس کی تو آپ نے پوچھا آپ کو اس میں موجود سبزیوں کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے اسے ایک صحابی کے قریب کرنے کا حکم دیا جب اس نے دیکھا تو اس نے بھی اس کے کھانے کو ناپسند کیا تو آپ نے فرمایا تم کھالو میری جن سے سرگوشی رہتی ہے تمہاری نہیں رہتی۔(یعنی فرشتوں سے)۔(بخاری ومسلم)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی:

1 - مَنْ أَكَلَ: جس نے کھایا۔

2 - ثُوْمٌ: لہسن۔

3-بَصَلَ :پیاز۔

4 - فَلْيَعْتَزِلْنَا :پس وہ ہم سے الگ رہے۔

5 - أَو : یا۔

6 -يَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا: وہ ہماری مسجد سے الگ رہے۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:

1۔کچا لہسن یا پیاز کھا کر مسجد میں انا منع ہے اس کی وجہ اس کی بو ہے اور اس حکم میں ہر وہ چیز داخل ہو گی جس میں بدبو ہوتی مثلا سگریٹ، نسوار، بیڑی، مولی وغیرہ۔

2۔کچا لہسن اور پیاز حلال ہے البتہ کچا کھا کر مسجد میں آنا منع ہے پکا کر یا کسی طریقے سے اس کی بو ختم کر کے کھا کر آنے میں ممانعت نہیں ہے۔

3۔مسجد کا ماحول صاف ستھرا اور خوشبودار رکھنا پسندیدہ ہے۔

4۔انسانوں کی طرح رحمت کے فرشتوں کو بھی بدبو سے تکلیف ہوتی ہے اور مسلمان کو حکم ہے کہ وہ کسی کو بھی غیر ضروری تکلیف نہ دے۔

5۔اس حکم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کی کسی بیماری وغیرہ کی وجہ بدبو آتی ہے ایسے لوگوں کو چاہیے کہ بدبو ختم کرنے کے لیے دوائی یا خوشبو وغیرہ کا استعمال کر کے مسجد آئیں۔تکلیف دہ بدبو برقرار رہنے کی صورت میں مسجد میں آنے کی ممانعت ہے۔

6۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مساجد میں رحمت کے فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں البتہ مساجد کے علاوہ دوسری جگہوں پر رحمت کے فرشتوں کا موجود ہونا یقینی نہیں ہے لہذا مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ پر لہسن یا پیاز وغیرہ کھا کر جانا جائز ہے۔اسی طرح جن فرشتوں کو بدبو سے تکلیف ہوتی ہے ان میں سے کراما کاتبین اور حفاظت کرنے والے فرشتے مستثنیٰ ہیں کیونکہ کچا لہسن و پیاز حلال ہے اور اس کا کھانا ہر وقت ممنوع نہیں ہے اور یہ فرشتے انسان کے ساتھ ہر وقت ساتھ رہتے ہیں۔واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث نمبر:115

عَنْ جَابِرٍ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : «مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ أَو الثُّومَ أَو الْكُرَّاثَ، فَلا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بنو آدمَ».

(رواه مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب نهي من أكل ثوماً وبصلاً أو كراثاً أو نحوها، برقم 74- (564)، ورواه البخاري، كتاب الأذان، باب ما جاء في الثوم النيئ والبصل والكراث، برقم 854، وباب ما يكره من الثوم والبقول، برقم 5452، بنحوه دون ذكر الملائكة)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے پیاز لہسن یا گندنا کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جس سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی:

1 - الْكُرَّاثَ :گندنا۔ایک قسم کی سبزی ہے جس کے کچا کھانے کے بعد منہ سے بدبو آتی ہے ۔ اس سبزی کی کچھ اقسام لہسن اور کچھ پیاز سے ملتی جلتی ہیں۔

2 - لَا يَقْرُبَنَّ :وہ قریب نہ آئے۔

3 - مَسْجِدَنَا:ہماری مسجد۔

4 - تَتَاَذّٰی:تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

5 - اَلْمَلَائِكَةُ:فرشتے۔

6 - بَنُوْ آدَمَ:آدم کے بیٹے یعنی انسان

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام:

1۔پیاز، لہسن اور مولی وغیرہ کھانے کے بعد مسجد میں اس وقت تک نہ جائے جب تک انکی بدبو کا اثر زائل نہ ہو جائے۔

2۔جس جگہ بدبو ہو وہاں پر رحمت کے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

3۔پیاز، لہسن یا مولی وغیرہ کا کھانا مطلقاً ممنوع نہیں اور نہ ہی یہ چیزیں حرام ہیں اصل مقصود مسجد میں نماز کے وقت منہ کی صفائی اور ہر قسم کی بدبو سے پاکیزگی کا حکم ہے۔اگر ان چیزوں کو پکا لیا جائے تو انکی بدبو زائل ہو جاتی ہے۔تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے فوائد اور مسائل کے لیے اس سے پہلے والی حدیث یعنی حدیث نمبر 114 کا مطالعہ کریں۔

☆☆☆

14 مئی 2025ء کو فتویٰ کمیٹی برطانیہ کا اجلاس ہوا، جن فتاوی کے جوابات پر اتفاق کیا گیا، وہ عربی اور انگریزی میں تحریر کردہ ہیں، ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے، ہر فتوی کے آخر میں فتوی تحریر کرنے والے صاحب علم کا نام دیا گیا ہے۔

دانتوں کی خوبصورتی کے بارے میں

سوال : ایک خاتون کی طرف سے سوال کیا گیا ہے کہ آج کل (SMILY PIERCING) کے نام سے ایک رواج چل پڑا ہے اور وہ یہ کہ اوپر والے ہونٹ میں سے ایک جھلہ اس طرح گزارا جاتا ہے کہ اس میں دو تین موتی دانت کے اوپر لٹکے ہوئے نظر آتے ہیں تو آیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: چہرے کی خوبصورتی کو بڑھانے کے لئے چند ایسی چیزیں ہیں، جن سے منع کیا گیا ہے۔

اور جن کا تذکرہ اس حدیث میں ہے۔

بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ» (صحیح بخاری: 5943)

"اللہ لعنت بھیجتا ہے ان عورتوں پر جو جسم پر نشانات (TATOOES) گدواتی ہیں اور وہ بھی جو اس کی خواہش کرتی ہیں اور وہ عورتیں جو اپنے چہرے کے بال اکھڑواتی ہیں یا اس کی طلب کرتی ہیں اور وہ عورتیں جو صرف خوبصورتی کی خاطر اپنے دانتوں میں رخنے ڈلواتی ہیں (یعنی ایک دانت دوسرے سے الگ نظر آئے)، وہ جو اللہ کی پیدا کردہ صورت کو بدلنا چاہتی ہیں۔"

جو صورت خاتون نے ذکر کی ہے وہ بھی صرف خوبصورتی کی خاطر کی جاتی ہے حالانکہ اس طرح کی زیبائش سے دانتوں کی صفائی میں بھی دقت پیش آ سکتی ہے چنانچہ جس علت کا ذکر حدیث میں آیا ہے، وہ اس عمل میں بھی پائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایسی عورتوں پر لعنت بھیجنا اس کے ممنوع اور قابل مذمت ہونے کے لئے کافی ہے۔ (صہیب حسن)

وراثت کے بارے میں

سؤال: شام سے آئے ھو ایک مہاجر نوجوان سؤال کرتے ہیں کہ میرے والد نے اپنی زندگی میں ایک موٹر کار خریدی، اور اس کی تمام قیمت اقساط میں ادا کر دی تھی گو وہ ان کے نام رجسٹرڈ نہ کی جا سکی بلکہ مالک موٹر (کمپنی) کے نام پر ہی رہی، والد کی وفات کے بعد میرے چچا حضرات کے استعمال میں رہی، یہاں تک کہ ملک شام میں خانہ جنگی شروع ہو گئی، 2013ء تک ہم سب شام سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے، اب جب شام کے کچھ علاقوں کو آزاد کرا لیا گیا تو ہم نے ایک جگہ سے گاڑی کو بازیاب کرا لیا اور پندرہ سو ڈالر کے عوض اُسے موجودہ حامل کار کے پاس رہنے دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس مال میں بطور وراثت تمام ورثہ کا حق ہے یا صرف میت کی اولاد اس کی وارث ہو گی؟

جواب : اللہ آپ کے والد پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور مغفرت سے نوازے اور اللہ کا شکر ہے کہ آپ سلامتی کے ساتھ اپنے وطن کو لوٹ آئے۔

گاڑی بیچ کر جو رقم حاصل ہوئی ہے وہ تمام شرعی وارثوں ہی میں تقسیم کی جائے گی، اگر اولاد میں بیٹے، بیٹیاں دونوں ہیں تو بیٹے کو بیٹی کے مقابلے میں دگنا حصہ ملے گا اور اگر والدہ بقید حیات ہیں تو انہیں ان کا فرض حصہ ملے گا جو کہ اولاد کی موجودگی میں چھٹا حصہ بنتا ہے اور اگر اولاد نہ ہو تو وہ ایک تہائی کی حقدار ہوں گی، اگر صرف بیٹیاں ہی ہوں تو پھر ان کا حصہ دینے کے بعد جو بچے گا وہ ان کے چچا تایا کو بطور عصبہ دیا جائے گا۔ (شیخ بسام شطی، کویت)

مرتد اولاد کے ساتھ تعلقات کی نوعیت !!

سوال: میں چوبیس سال سے یورپ کے ایک ملک میں مقیم ہوں، ایک نو مسلمہ خاتون سے شادی کی جس سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے، میری 18 سالہ بیٹی اسلام چھوڑ چکی ہے اور ایک عیسائی نوجوان کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کئے ہوئے ہے۔ ہم نے اس کی اسلامی تربیت کی تھی لیکن اب وہ پوری طرح آزادی کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ کھلے عام شراب پیتی ہے، مغربی لباس پہنتی ہے، اگر اسلام کے بارے میں بات کریں تو بات سننے سے انکار کر دیتی ہے، کہتی ہے کہ یا تو جیسی میں ہوں ویسے ہی مجھے قبول کرو، وگرنہ میں سب سے قطع تعلق کر لوں گی۔ میں ان سوالوں کا جواب چاہتا ہوں:

1۔ اس کے مرتد ہونے، غیر اسلامی طرز حیات رکھنے کے باوجود کیا ہم اس سے تعلقات رکھ سکتے ہیں؟

2۔ کیا ہم اسے اس بات کی اجازت دیں کہ وہ اپنے غیر مسلم شریک حیات کے ساتھ ملنے کے لئے آئے؟

3۔ اگر وہ ایک غیر مسلم سے شادی کر لیتی ہے تو کیا ہم اس نکاح کو تسلیم کر لیں؟

4۔ مستقبل میں اگر اسی کی اولاد ہوتی ہے تو ہمارا ان سے کیا تعلق ہونا چاہیے؟

5۔ خاندان کے باہمی روابط اور اسلامی اصولوں کے درمیان کیسے توازن قائم کیا جاسکتا ہے؟

جواب: یہاں ہم اختصار سے جواب پیش کرتے ہیں:

1۔ اس کے ساتھ، ایک محدود تعلق رکھا جاسکتا ہے، صرف اس خیال سے کہ شاید وہ راہِ صواب پر آجائے، کیونکہ اگر اُسے بالکل چھوڑ دیا گیا تو وہ منحرف اور بد کردار لوگوں کے ہتھے چڑھ سکتی ہے، تعلقات محدود ہوں تاکہ آپ کا اپنا گھر اس کے زیر اثر نہ آسکے، پھر بھی ہمیشہ اس کے لئے دعا کرتے رہیں کہ اسے توبہ کی توفیق ہو اور وہ راہِ راست پر آجائے۔

2۔ کوشش کرتے رہیں کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ اس سے اسلام کے بارے میں بات چیت جاری رہے، اسلام کے محاسن کا بیان ہوتا رہے۔ اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لانے کی ترغیب دی جاتی رہے اور بتایا جائے کہ اسلام رحمت اور عدل کا دین ہے اور تمام بنی نوع انسان کی بھلائی چاہتا ہے۔

3۔ وہ آپ سے ملنے آئے تو تنہا آئے، ساتر لباس پہن کر آئے، اسلام کے بارے میں طعنہ زنی نہ کرے اور حرام مشروبات ساتھ لے کر نہ آئے۔

3۔ آپ اپنے اس موقف پر قائم رہیں کہ ایک غیر مسلم مرد کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے۔

4۔ اگر اس کے ہاں اولاد ہو جاتی ہے تو ان کے ساتھ اچھے روابط رکھے جائیں تاکہ وہ اچھا تاثر قبول کریں، ان کے دلوں کو جیتنے کی کوشش کریں۔

5۔ جن جن شرعی ناجائز حرکات میں وہ مبتلا ہے، اسے کراہت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور اس بات کو واضح کرتے رہنا چاہیئے کہ اگر وہ اسلام کی طرف لوٹ آتی ہے، اللہ کے احکامات کی تابعداری کرتی ہے اور محرمات سے بچتی ہے تو وہ پہلے کی طرح عزت، محبت اور نصرت کی مستحق ہو گی۔ (ب ش)

حاملہ عورتوں کی رہنمائی کے لئے ایک APP کا قیام

سوال: میں آن لائن پروگراموں کا بنانے والا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ میں بحیثیت کنٹریکٹر ایک ایپ APP روشناس کروانا چاہتا ہوں، جس کا مقصد ان عورتوں کی رہنمائی اور مدد کرنا ہے جو حمل اور مرحلہ ولادت کے دوران مزاجی تقلبات کا شکار ہو سکتی ہیں؟ اس پروگرام میں ایسی عورتوں کو مفید مشورے دیے جائیں گے اور اس کے توسط سے ایسے ماہر افراد کے ساتھ بات چیت ہو سکے گی جو انہیں ان کے حالات کے مطابق مناسب رہنمائی دے سکیں گے۔

اس پروگرام میں ایسے مضامین بھی شامل ہوں گے جن میں بعض خواتین کی بغیر حجاب کے تصاویر بھی ہو سکتی ہیں اور ضروری نہیں کہ میں نے ہی یہ تصویریں وہاں ڈالی ہوں، یعنی میں ان کی وہاں موجودگی کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔

میں جاننا چاہتا ہوں کہ ایسے APP کے بنانے اور اس کی تشہیر کرنے کا کام میرے لئے جائز ہو گا یا نہیں؟

جواب: تجارتی امور میں اصل تو جواز ہے اور اس میں یہ کام بھی داخل ہے جس کا آپ نے اپنے سوال میں ذکر کیا ہے یعنی ایسی APP کی تشکیل دینا جس میں مذکورہ خواتین کی طبی، اجتماعی، نفسیاتی اور دینی رہنمائی کی جاسکے، اگر اس پروگرام میں، اسلامی تعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جہاں تک تصاویر کا تعلق ہے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان میں قطعی طور پر کوئی ایسی تصویر نہ ہو جو شریعت میں حرام متصور ہوتی ہو یا اس میں کسی حرام چیز کی طرف رغبت دلائی گئی ہو یا وہ شبہات کے دائرے میں آتی ہو، نبی ﷺ کا واضح فرمان ہے:

« دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ»

”چھوڑ دو ہر اس چیز کو جو تمہیں شک میں ڈالے اور اختیار کرو اس چیز کو جس میں کوئی شک نہ ہو۔“ (ب ش)

وہ خاتون جو سن یاس تک پہنچ گئی ہے

سوال: میری عمر 54 سال کی ہو چکی ہے اور دو سال سے ماہواری کا آنا منقطع ہو گیا ہے، اور سن یاس کے عوارض شروع ہو چکے ہیں، جیسے گھبراہٹ، گرمی کا احساس، ہڈیوں کی کمزوری، مایوس کن خیالات، نیند کا نہ آنا وغیرہ وغیرہ۔

جب میں نے اپنی ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا تو اس نے ہرمون کی تبدیلی پر مشتمل علاج کروانے کا مشورہ دیا یعنی میں آسٹروجن (ESTROGEN) پروجیس ٹیرون PROGESTERONE کا متبادل استعمال کروں۔ میں نے رمضان سے قبل علاج شروع کیا تھا کہ دو دن کے بعد ماہواری کا آغاز ہو گیا لیکن میں نے اس خیال سے کہ کہیں یہ ہرمون کے علاج کی بنا پر نہ آیا ہو، روزے رکھتی رہی اور نماز کی ادائیگی کرتی رہی، اب اس وسوسے کا شکار ہوں کہ کہیں میرے روزے فاسد تو نہیں ہو گئے؟ مہربانی کر کے میری رہنمائی کی جائے۔

جواب: جو خاتون سن یاس کو پہنچ جائے تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ ذکر الٰہی کثرت سے کیا کرے، قراءت قرآن کی پابندی کرے، استغفار کا عمل جاری رکھے۔ دعا کرتی رہے اور نماز کی پابندی کرے اور اگر ہرمونات کے علاج کے طور پر دوا کھانے سے ماہواری عود کر آئے تو پھر جو حکم حائضہ کا ہے وہی حکم اس کا ہو گا یعنی وہ نماز نہ پڑھے اور روزہ نہ رکھے، اور جونہی طاہر (پاک) ہو تو غسل کرے اور روزوں کی قضا کرے اور پھر ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کرے۔ (ب ش)

مصنوعی حمل کا حکم

سوال: میری شادی کو سات سال ہو چکے ہیں لیکن میری بیوی ابھی تک بچے سے محروم ہے، اس کی شدید خواہش ہے کہ وہ ماں بن سکے لیکن قدرتی طور پر وہ حاملہ نہیں ہو سکتی، ڈاکٹروں نے مصنوعی طور پر حمل قرار پانے (کہ جسے IVF کہا جاتا ہے) کا مشورہ دیا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے ۔ یاد رہے کہ میری دوسری بیوی سے میرے چار بچے ہیں۔

جواب: اسباب کا اختیار کرنا اللہ پر توکل کے منافی نہیں ہے۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی انہی وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے لیکن تین شرطوں کے ساتھ:

1۔شوہر کا نطفہ ہو اور اسی کی بیوی کا بُویضہ ہو کہ جنہیں ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ ملایا جائے گا تا کہ حمل قرار پا سکے۔

2۔اور کوئی خارجی دخل اندازی نہ کی جائے گی یعنی کسی اور عورت کا بویضہ استعمال نہ ہو گا۔

3۔یہ آپریشن ایک با اعتماد مسلمان ڈاکٹر کے زیر نگرانی کیا جائے گا۔(ب ش)

بیٹی کو اس کے حصے سے زیادہ دینے کا حکم

سوال: ایک خاتون (نام فاطمہ ہے) سوال کرتی ہیں کہ ان کے دو بھائی ہیں ، لیکن وہی کئی سالوں سے اپنے والدین کی خدمت کرتی رہی ہے اور اس کا اعتراف اس کے والد بھی کرتے ہیں اور اپنی طرف سے اسے حصہ وراثت سے زیادہ دینا چاہتے ہیں، ان کی خواہش ہے کہ اسے میراث کا 36 فیصد ملے اور ہر بھائی کو 27 فیصد۔

والد نے اپنے علاقے کے ایک مفتی سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن دونوں بھائیوں نے وصیت منسوخ کرنے پر زور دے رکھا ہے اور صورِ حال یہ ہے کہ وہ دونوں مالی لحاظ سے خوشحال ہیں اور خاتون کے پاس اپنا گھر تک نہیں ہے۔ اب والد کی وفات کے بعد والدہ 50 فیصد ترکہ کی مالک ہے، دونوں بھائی ماں پے زور ڈال رہے ہیں کہ وہ قانون میراث پر عمل کرتے ہوئے انہیں دہرا حصّہ دے اور بہن کو ایک حصہ، اب سوال یہ ہے کہ والدہ اپنی بیٹی کی طویل خدمت کا لحاظ کرتے ہوئے اگر اُسے اپنے حصے میں سے نصف بیٹی کو اپنی زندگی میں ہبہ کر دے یا بیٹی کو دونوں بیٹوں کے مساوی حصہ دے دے تو کیا ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہو گا؟

جواب: زندگی میں ایک شخص اپنی اولاد کو جو چاہے ہبہ کر سکتا ہے اور اس صورت میں جب کہ والد فوت ہو چکا ہے، ماں کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو اپنی زندگی میں مال کا کچھ حصہ ہبہ کر دے تا کہ اسے اپنی خدمت کا کچھ صلہ مل سکے، لیکن چند باتوں کا خیال رکھا جائے: یعنی دوسرے بچوں کی مالی حالت کا بھی لحاظ رکھا جائے ،یعنی اگر وہ بھی حاجتمند ہیں تو ان کی ضروریات کا بھی اعتبار کیا جائے۔

بیٹی کو دیتے وقت یہ نیت نہ ہو کہ باقی وارثین میں سے کسی کو بالکل نظر انداز کیا جا رہا ہو یا کسی وارث کا حصہ کم کرنے کی خواہش ہو۔

البتہ یہ جاننا ضروری ہے کہ وصیت میں ایسا نہیں لکھا جا سکتا کہ بیٹی کو اس کے شرعی حصہ سے زیادہ دیا جائے۔ ایسا کرنا حرام ہے اور ایسی وصیت ناجائز ہے، حضرت جابر ﷛ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:«لا وصية لوارث »

”وارث کے لئے وصیت نہیں کی جا سکتی۔“

اور اسے مراد یہ ہے کہ اسے اس کے حصے سے زائد دیا جائے، اور اگر وہ ایسی وصیت کر بھی جاتا ہے تو وصیت نافذ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسی وصیت کی اصلاح کرے، یعنی ہر وارث کو اس کا جائز حصہ ادا کرنے کا پابند رہے۔(ب ش)

☆☆

سیدنا حسن و حسین ﷠ کے والد سیدنا علی بن ابی طالب ﷛

صحابئ جلیل سیدنا علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم، نبی کریم ﷺ کے تایازاد اور آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ ﷝ کے شوہر نامدار ہیں۔ آپ بعثت نبوی سے 10 سال پہلے پیدا ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے ہاں پرورش ہوئی۔ سیدہ خدیجہ ﷝ کے بعد بچوں میں سے آپ سب سے پہلے اسلام لائے۔ اس وقت عمر 10 برس کی تھی۔ ان کا لقب حیدر اور کنیت ابو تراب تھی جو انہیں نبی کریم ﷺ نے عطا فرمائی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو سیدنا علی ﷛ کو بستر پر سونے کا حکم دیا۔ آپ نے سیدنا علی ﷛ کو ہدایت کی کہ تین دن کے اندر میرے ہاں محفوظ لوگوں کی امانتیں لوٹا کر مدینہ چلے آئیں۔ یہ فریضہ انجام دینے کے بعد انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور پیدل چلتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے۔ سیدنا علی ﷛ غزوۂ تبوک کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے تھے۔

غزوۂ تبوک کے دوران بھی رسول اللہ ﷺ نے آپ کو مدینہ میں اہم ذمہ داریاں سونپیں اور مدینہ میں قیام کا حکم دیا۔ سیدنا علی ﷛ کی شادی بنت رسول سیدہ فاطمہ ﷝ سے ہوئی۔ غزوہ خیبر کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے انہیں پرچم دیا تھا جس کے بعد انہوں نے قلعہ خیبر فتح کیا۔ سیدنا علی ﷛ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا تھا جو بڑے بہادر، عدالتی فیصلوں کے ماہر اور درویش صفت تھے۔ سیدنا علی ﷛ نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ آپ ایک شاعر اور ایک نمایاں خطیب بھی تھے۔ سیدنا علی ﷛ کا شمار خلفائے راشدین میں ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر ان سے فرمایا تھا: ”تم سے صرف مؤمن ہی محبت کرتا ہے اور صرف منافق ہی تم سے نفرت کرتا ہے۔“ (جامع ترمذی: 3736)

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی ﷛ سے فرمایا: ”میرے لیے تم ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ ﷤ کے لیے ہارون تھے۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ (صحیح بخاری: 4416، صحیح مسلم: 2404)

فصل چہارم دربیان اشراک فی العبادات

با ید فہمید کہ تعظیما تے کہ برا ئے حق تعا لی مقرر کردہ اند آ ں را عبادت مے گو یند اگر آ ں تعظیم را شارع مقرر فر مود۔ اگر جماعت دیگر مقرر کر دہ با شد ملحق بعبا دت مے نا مند ۔ پس تعظیمے کہ خدا تعالی را بجا مے آرند بہ مخلوق نبا ید کر د کہ مے فر ما ید و لا تجعلوا للّٰہ انداداً وّ انتم تعلمون (البقرہ) ۔ پس مگر دا نید برا ئے خدا تعا لی ہمسرا ن در عمل با و جو دیکہ شما مے دا نید کہ کسے ہمسر خدا ئے تعا لی نیست ۔ یعنی شما یاں در عقیدہ خود کسے را بمر تبہ خدا نمے دا نید ۔ لیکن در تعظیما ت برا بر مے کنید از وقت آ دم تا ایں دم بایں طور کا فرے پیدا نشدہ کہ دو خدا گفتہ باشد یا کسے مخلوق را در مر تبہ برا بر خدا ئے تعا لی دا نستہ با شد در علم خود لیکن ہمیں قدر مے دا نند کہ بز ر گان را بسبب قر ب در کار خا نہ الہی د خلے است و و بسبب کثر ت ریا ضت اند کہ از صفات باری تعالی در اینان پیدا گشتہ مثلاً پرورد گار اگر بیشمار پیدا مے توا ند کردایں بز ر گان اگر خوا ہند یک دو شخص را پسر بخشندہ و اگر پروردگار تمام عا لم زمین را مقہور و معذ ب توا ند کرد ، ایں بزر گا ن کسے را بخد مت شان بے ادبی کند البتہ چیزے ضرر رسا نیدن مے توا نند چوں باعتقاد مر د ماں ایں ظن فاسد مستقر شدہ است ہمیں بہمیں سبب تعظیما ت بز ر گان خا ر ج از حد بجامے آرند و از تحصیل ر ضا ئے ایشا ں بسیار سعی مے نما ئندہ و ہمیں صورت شر ک باللہ کہ آ نرا مردود کردہ اند انّ اللّٰہ لا یغفر ان یّشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یّشاء (النساء) بے شک خدا تعا لی نمے بخشند آ ں را کہ شر یک کند بخدا و مے بخشند کمتر ازیں ہر کس را کہ مے خوا ہد ۔ کہ بہ تعظیم خدا دیگر ے را شریک کند با ید کہ دست افسوس بر سر زند و امید نجا ت آ خر ت از دل رہاسا زد ۔ تعظیماتے کہ در شر ع برا ئے خدا ست یعنی عبادتے ہر چند کہ بسیار است اما دو چار ازاں بیا ن مے کنم تا دیگرا ں را بر و ے قیاس نما یند۔

ازانجملہ است ارکان صلوۃ کہ برا ئے دیگراں نبا ید کرد کسے کہ غیر اللہ را سجدہ کند کا فر گر دد ، کہ فرماید و اسجدوا للّٰہ الّذی خلقھنّ ان کنتم ایّاہ تعبدون (حم سجدہ) و سجدہ کنید برائے خدا کہ پیدا کردہ است آ نہا را اگر ہستید شما کہ ہموں خدا را عبادت مے کنید و ارکعوا مع الرّا کعین (بقرہ) و ر کو ع کنید با ر کوع کنند گا ن ۔ ہر کہ پیش غیر خدا ر کوع کر د یعنی بصفت ر کوع قد را تعظیماً خم کرد بشر ک افتاد و قوموا للّٰہ قا نتین ، (بقرہ) و ایستادہ شو ید برا ئے خدا فر مانبر دار۔ یعنی دست بستہ و با ادب بر پا استا دن پیش غیر خدا شر ک است و حیث ما کنتم تو لوا و جو ھکم شطرہ (البقرہ) و ہر جا کہ با شید شما پس بگر دا نید روئے خود را بطرف خا نہ کعبہ ۔ پس وقت عبادت رو ئے گر دا نیدن و متو جہ شد ن بسو ئے قبر بز ر گا ن تعظیماً سوا ئے بیت اللہ شر ک است

و ہم چنیں است دعا کر دن از غیر اللہ کہ مے فر ما ید و من اضلّ ممّن یدعوا من دون اللّٰہ من لّا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ و ھم عن دعائھم غافلون(ا حقا ف:۵) کدا م گمرا ہ تر است ازاں کسا نیکہ ندا مے کند سوا ئے خدا آ ں شخص را کہ قبو ل نخوا ہد کرد او را و آنہا کہ از ندا کر دنش غا فل اند۔ یعنی ازیں قو م زیادہ تر گمرا ہے نیست کہ مر د گا ن یا دیگر غیر اللہ را ندا مے کنند و ایشاں ہر گز جوا ب ایں گمرا ہاں نمے دہند مے دا نند کہ ایشاں مے شنو ند بلکہ ایشا ن بے خبر انند از ندا کر دن و فر یاد بر آ وردن ایں گمرا ہاں۔

مر د ما نیکہ مے گو یند یا رسو ل اللہ ، و یا علی و یا غو ث الاعظم و یا حسین و یا فا طمہ و اے خوا جہ و یا پیر احوا ل خود را ازیں آ یہ کر یمہ ملا حظہ فر ما نید انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصّمّ الدّعا (النمل) بیشک تو شنوا نمے کنی مر دہ را و شنوا نمے کنی کرّ را ۔ یعنی در با ب شنید ن مر دہ و کرّ برا بر است و ما انت بمسمع من فی القبور(فا طر) ۔ نیستی تو اے محمد ! ﷺ شنوا کنندہ آ ن شخص را کہ در قبر است۔و قر آ ن شریف را اگر برا ئے خدا خوا نند عبادت است و اگربرا ئے رضا مندی و تقر ب غیر اللہ بخوا نند شر ک است۔روزہ کہ از اعظم عبادت است اگر برا ئے غیر اللہ گیر ند خواہ تمام روزہ خواہ نیم روزہ کا فر مطلق خواہند شد ۔ ار کا ن حج کہ از اعظم عبادت است اگر بجا ئے دیگر ادا نما ید کفر است صریح با ید کہ گرد قبرے یا خا نہ سوا ئے خا نہ کعبہ نگر دند کہ مے فرماید و لیطوّفوا بالبیت العتیق (الحج) با ید کہ طوا ف کنند باین خا نہ قدیم و در میا ن در مکا ن سوا ئے صفا و مروہ نبا ید و جا نورے را سوا ئے خدا تعا لی برا ئے دیگر ذبح نبا ید کرد است سر ترا شیدن و صورت زائراں نمو دن و دیگر ار کا ن حج نیز برین قیاس با ید کرد۔و بہترین طاعات زکوۃ است و انفاق فی سبیل اللہ نقد و جنس و باطعا م اگر بنام مرد گا ن و نیاز بزر گا ن یا جن و پری و ملا ئکہ یا دیگر غیر اللہ با شد شر ک است و خوردن آ ں طعا م نا جا ئز قا ل اللہ تعا لی حرّ مت علیکم المیتۃ والدّم ولحم الخنز یر و ما اھلّ لغیر اللّٰہ بہ (الما ئدہ) حرا م کردہ شد بر شما یاں مردہ و خو ن و گوشت خو ک و ہر چیز کہ آ واز کردہ شد برا ئے غیر خدا بہ آ ں چیز ۔ مثالش آ نکہ در حضور بادشاہ رعیتے نذر پیش غلام بادشاہ برو آ نکہ بادشاہ خود مو جود است ۔ پس لابد آ ں رعیت بمعر ض عتا ب سلطا نی ہمی افتد نذ ر ش را نیز بر خا ک ذلت مے اندازد و اگر آ ں غلام قبو ل کردہ باشد آ ن ہم محل غضب مے در آ ید و اگر انکار کردہ باشد نقصا ن باو نمے رسید ۔ پس آ ں نذر را کہ بر خا ک مذ لت افتادہ است شخصے دیگر قصد گر فتن نما ید ۔ لا بد بمقا م غضب سلطا نی در آ ید ۔ پس ظا ہر شد کہ باو جود حا ضر بو دن آ ں ملک حقیقی اگر نقدے یا طعا مے نذر غیر

الله بنماید ۔۔۔۔ گر فتن و خوردن آ ں نا جا ئز بود ۔ دریں جزو زما ن اکثر مر د ماں قر آ ن برا ئے تقرب مردگان میخوا نند و طعا م نذر بز ر گا ن مے دہند و نقد بنام غیر الله مے دہند چنا نکه ایں جمله عبادت موحداں محض برا ئے خدا مے کنند۔

چو ں مر د ماں سوا ل مے کنند که چرا مر تکب ایں امر شر ک عظیم مے شود ۔ عوا م الناس جوا ب ہائے بیہوده و کلمات جہا لت برزبا ن مے آ رند و میگو یند بل نتّبع ما الفینا علیه آباء نا (البقره) کلام شما قبو ل نکنیم بلکه عمل مے کنیم و پیروی مے نما یم آ ں چیز ے راکه جمع یا فته ایم براں پدرانِ خود را ۔ یعنی از گفته شما رسو م جدو پدر نمے گزاریم۔ مر د ما نیکه سا بق مر تکب ایں امور شده اند ہیچ مصلحتے فہمیده باشند ۔ بجوا ب ایشاں خدا ئے عز و جل مے فر ما ید او لو کا ن آ با ء هم لا یعقلون شیئاً وّلا یهتدون (بقره) بگو اگر آ با ئے شما با شند که فہم نمے کر دند چیز ے را و ہدایت نیافته با شند ۔ بسو ئے تو حید چه جا ئے تعجب است ، یعنی فقط روا ج آ باء شما برا ئے محمود بودن آ ں عمل دلیل نیست ۔ تعجب نه کند در گمرا ہی پدراں خود اگر چه بظا ہر دلق در بر داشته با شند

و بعضے مر د ماں که روز چند کتا ب بینی کرده اند حیلها شر عی اظہار مے نما یند که ما قر آ ن برا ئے بزرگان نمے خوا نیم و طعا م بنا م غیر الله نمے دہیم و جا نور برا ئے بز ر گان ذبح نمے کنیم بلکه ایں امور حسنه محض برا ئے خدا مے کنیم ۔ و ثوا بش به بز ر گان بخشیم۔ تا مل نیک با ید نمود که ایشاں حیله گراں اند ۔ اگر برا ئے خدا تعا لی مے کنند، چرا تخصیص ماه مے نما یند۔ مثل محر م، ربیع الثا نی و جمادی ا لاول و شعبا ن و غیره ۔

و چرا تخصیص طعا م ہا ئے مر غوب بز ر گان مے نما یند مثل پلا ؤ ما لیده و غیره ۔ حصه با موا ل خود چرا مقرر مے کنند که او را قبل از ایام مقرره اند ک بہم لله صرف نمے کنند و جا نور ے ذبح مے کنند چرا بر و ے نشا ن مے بندند و پیش قبو ر ے بر ند ایں ہمه شر ک خا لص است که شیطا ن بحیله و فریب بخشیدن ثوا ب به دل آ ں ہا اندا خته است بسبب اینکه آ ن ملعون بحضور پرورد گار وعده کرده است و قال لاتّخذنّ من عبادک نصیباً مفروضاً ۔ و لاضلّنهم و لامنّینهم و لآمرنّهم فلیبتّکنّ آذا ن الانعام ولآمرنّهم فلیغیّرنّ خلق اللّه۔ و من یّتّخذ الشّیطان ولیّاً من دون اللّه فقد خسر خسرا ناً مّبیناً ۔(نساء : ۱۱۸۔۱۱۹)

گفت شیطا ن از خدا ئے عز و جل که بے شک خوا ہم گر فت از بند گا ن تو حصه مقرر کرده شده و بیشک گمراه خوا ہم کرد آ نہا او به تحقیق آ ر زو ئے با طل به دل آ نہا خواہم اندا خت و بے شک حکم خوا ہم کر د ایشا ں را ۔ پس بشگا فند گو ش ہا ئے چہار پا یاں را و ہر آ ئینه حکم خوا ہم کر د، پس با ید که متغیر کنند خلق خدا ئے باد ہر کسے که بگیرد شیطا ن را دوست سوا ئے خدا ۔ پس بے شک در نقصا نے افتاده نقصا نے ظا ہر ۔ یعنی شیطا ن وعده کرده است که از بند گا ن تو حصه مقرر خواہم کرد بایں طور که ہر سا ل در دو صد رو پئه ایں قدر نیاز غیر الله بدہند یا ہر سا ل این قدر غله بنا م فلاں بز ر گ جدا نمایند و آ ر زوئے با طل بد لہا اینها اندا خته است مثلاً ایں مضمو ن که ہر شخص نیاز ایں بز ر گا ن ادا خوا ہد کرد ضرور ایں بز ر گا ن شفا عت کرده بجنت خوا ہند برد و حکم مے کند تا خلقت خدا ئے را متغیر میکند بایں طور که خود را خوا جه سرا کنند یا ریش ہا ئے خود را بترا شند ، یا بطور دیگر خود را منقلب کنند ۔ نعو ذ باللّه منها ۔ ایں ہمه مکر شیطا ن است کی بتقریب ثوا ب بخشیدن بخا طر مر د ماں شر ک ۔۔۔ وعده ہا ئے خود را ایفاء مے نما ید و اگر از مر د ماں ثوا ب ختم قر آ ن طلب نما یند بخشیدنش تامل نمے کنند و اگر یک رو پئه بخوا ہند ہزار حیله در میا ن آ رند ۔ پس ثوا ب آ خر ت در دل اینها قدر و وقار ندارد که بے تکلف به دیگراں مے بخشند ۔ بحد یث مذکور است که بروز قیا مت شخصے را نیکی و بد ی به میزا ن عدا لت برا بر خوا ہد شد، حکم خوا ہند کرد که یک عمل خیر بیار تا نیکی تو زیاده شود و مستحق جنت شوی ۔ پیش ہر یک عزیز دست التجا دراز خوا ہد کرد، مادر و پدر و زن و فر زند به بخشیدن یک عمل خیر اعرا ضخوا ہند نمود ۔ امروز چه بے با کی است کی بخشیدن ہزار ہا عمل خیر در یغ نمے کنند مگر قدر اعما ل و خوف آ خر ت نمے دار ند و اعما ل را بس خفیف و سبک مے انگا رند

حقیقت ثوا ب بخشیدن با ید فہمید که نز د بعضے علماء ثوا ب از بخشیدن دیگر بد یگر نمے رسد بد لیل قوله تعا لی لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت خا ص برا ئے اوست ہر چه کسب کرده است و بر است ہر چه کسب کرد ۔ و نیز بسیار ے از آ یا ت و احا دیث بر ہمیں معنی د لا لت میدارد و نیز مخا لف قیاس است که ہنوز قبو لیت و عدم قبو لیت عمل بجنا ب پرورد گار ظا ہر نشده و جزاء در دست ایں شخص مو جود نیست بدیگرا ں چه مے بخشد و نز د بعضے علماء مثل ابو حنیفه ثوا ب اعما ل بد نی مثل نماز روزه و غیره بدیگرا ں نمے رسد ۔ و ثواب ما لی مثل طعا م خورا نیدن و چاه کندیدن و پل بستن لله از بخشیدن مر د مان بدیگراں مے رسد ۔ قیاس بر ینکه جمله علماء متفق اند که ادا ئے دین دیگرا ں بعدا ب آ خر ت برائے مر د گان رہا ئی مے شود و نقل است که از پیغمبر ﷺ یا ر ے پر سید که ما درم مرده است ، مے خوا ہم که چیز ے بکنم که بکارش آ ید ۔ حضرت ﷺ بکندیدن چا ہے اشارت فر مود۔

ازانجمله اہل علم متفق اند بر اینکه بخشیدن اعما ل بدیگراں بسیار و متوا تر اصحا ب منقو ل نیست باو جو دیکه از ما درا ں و پدرا ں و بز ر گان محبت بسیار ے داشتند و حقو ق آ ن ہا خو ب مے شنا ختند چندا نکه ما یاں شنا سیم ثا بت نیست که اکثر ایں عمل بفعل آ ورده با شند چنا نکه بایں جزو زما ن بکثر ت مے کنند و علماء جمله متفق اند برا نیکه در بخشیدن اعما ل بمر د گا ن اگر ہست نفع قلیل است ۔ اگر شخصے بر زند گا نیء خود یک پو ل بد ہد بهتر ازاں است که بعد از و ے لک پو ل بد ہند ۔ اگر شخصے تمام عمر خود را به تحصیل دنیا بر باد داده با شد و یک عمل خیر کرده و خدا ئے او از او را ضی نشده ممکن نیست که بعد از مر دنش اعما ل خیر پس و ے روا نه کنند و او را از عذا ب آ خر ت خلا ص نما یند بلبل شیرازی بہمین نغمه مے سرا ید

بر گ میش بگور خو یش فر یس
کس نیا روز کس تو پیش فر یس

FREE EVENT
BROTHERS & SISTERS

MARKAZI JAMIAT AHL-E-HADITH UK PRESENTS

45TH ANNUAL ISLAMIC
DAWAH CONFERENCE

DIVINE *Legacy*

UNDERSTANDING THE PROPHETIC MISSION

SAT 19 JULY 1PM | 6PM SUN 20 JULY
2025

SHAIKH KAMIL AHMAD (CANADA)

SHAIKH KARIM ABU ZAID (USA)

SHAIKH IBRAHIM ZIDAN (EGYPT)

LECTURES • RECITATIONS • Q&A • QUIZ • PRIZES • FOOD • OVERNIGHT STAY

NEWCASTLE CENTRAL MOSQUE, NEWCASTLE UPON TYNE NE4 8RQ